ڈیجیٹل تصویر

اور

ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ

تالیف

حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز

خلیفہ مجاز

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

تلمیذ رشید

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

ناشر

جامعہ خلفائے راشدین

موبائل: 0333-2226051

فہرست

مُقدّمۃ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد ! فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم یأیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ و لا تموتن الا و أنتم مسلمون .

ہر مسلمان پر تقویٰ کی زندگی گزارنا فرض ہے اور تقویٰ کے دو جزء ہیں: امتثالِ اوامر اور اجتناب عن النواہی، ان میں اہم اور مقدم اجتناب عن النواہی ہے۔ آپ ﷺ نے **اتق المحارم تکن أعبد الناس** فرما کر بتلا دیا کہ سب سے اہم، مقدم اور سب سے بڑی عبادت منکرات اور نواہی سے اجتناب کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم مسلمان، کامل عابد اس وقت بن سکتے ہیں جب تمام منکرات کو ترک کر دیں۔

شیطان اور نفس کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی بہانے سے منکرات میں پھنسائے رکھے، چنانچہ زیرِ بحث مسئلہ تصویر سے متعلق سب جانتے ہیں کہ احادیثِ متواترہ کے سبب اہلِ السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ جاندار کا مجسمہ اور تصویر دونوں شبیہ محرّم میں داخل اور حرام ہیں، پھر بھی مختلف بہانوں اور رکیک تاویلوں سے اس کبیرہ گناہ میں کتنے بظاہر دیندار لوگ صرف مبتلا ہی نہیں بلکہ اس کے جواز اور اشاعت کے داعی ہیں۔

ان میں سے بعض نے اسکرین کے منظر کو جائز کہنے کے لیے ڈیجیٹل کی تاویل کر کے یہ رائے قائم کی ہے کہ ڈیجیٹل تصویر حرام نہیں۔

اور بعض نے ڈیجیٹل تصویر کو حرام قرار دیتے ہوئے جواز کی ایک دوسری تاویل کی ہے کہ آج میڈیا کی جنگ ہے لہٰذا اس جنگ کو جیتنے کے لیے ہمیں باوجود اس اعتراف کے کہ یہ تصاویر محرمہ اور دیگر معاصی کا مجموعہ ہے پھر بھی اس اسکرین کو اشاعت و تبلیغِ دین کے لیے استعمال کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں اس وقت جو کتاب ہے وہ سات امور پر مشتمل ہے:

(۱) تصویر کی حرمت کی احادیثِ مبارکہ لکھ دی گئی ہیں تا کہ تصویر کی شناعت اور قباحت اور اس پر شدید وعیدیں ہر قاری اور پڑھنے والے کے پیشِ نظر رہیں اور ہر تاویل کی قوت اور ضعف کا بآسانی اندازہ کر سکے اور یہ جان سکے کہ اگر ان تاویلات کے بہانے سے اس منکر کا ارتکاب کیا گیا تو کیا کل قیامت کے دن ان شدید وعیدوں سے اپنی گردن بچا پائیں گے؟

(۲) قواعد فقہیہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ڈیجیٹل کی تاویل ایسی نہیں جو اس کو تصویرِ محرّم سے خارج کر سکے۔

(۳) تبلیغ و اشاعتِ دین کی تاویل بھی ایک رکیک تاویل ہے، جس پر اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے شدید نکیر فرما چکے ہیں بلکہ انہوں نے تو اس بہانے اور تاویل کو بجائے جواز، گمراہی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کی وصیت فرمائی ہے ...... ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

(۴) آخر میں حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مضمون بنام ”نئے مجتہدین کے لیے لمحہ فکریہ“ بھی شامل کیا گیا ہے، جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ منکرات کے ذریعے تبلیغ کا جذبہ، محبوب جذبہ نہیں بلکہ بوجوہ مردود ہے۔

(۵) چونکہ اسکرین کے مناظر دیکھنے والوں کے پاس سب سے بڑا جواز اور گلو خلاصی کا بہانہ ”دارالعلوم کراچی کورنگی کا فتویٰ“ ہے حالانکہ یہ ایک غلط فہمی اور خالص جھوٹ ہے، بقول حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کہ دارالعلوم نے آج تک اس کے جواز کا کوئی فتویٰ نہیں دیا اس کی مختصر وضاحت ”ایک غلط فہمی کا ازالہ“ کے عنوان سے کتاب کے پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

(٦) فیکٹریوں و تعلیمی اداروں میں التزامِ تصویر کا حکم۔

(۷) حرمتِ تصویر کی نوعیت پر حضرت مولانا شعیب اللہ خاں صاحب مدظلہ (بنگلور) کی تحریر۔

(مفتی) احمد ممتاز (رئیس و مہتمم جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم)

۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

﴿جاندار کی تصویر کی حرمت پر احادیثِ مبارکہ﴾

(۱) أن عائشة حدثته أن النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیته شیئًا فیه تصالیب الا نقضه. (صحیح البخاری ۲/۸۸۰،قدیمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس پر تصاویر ہوں مگر اس کو کاٹ دیتے۔

(۲) سمعت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت : قدم رسول الله ﷺ من سفر و قد سترت بقرام لی علی سهوة لی فیه تماثیل فلما راٰه رسول الله ﷺ هتکه و قال: أشد الناس عذابا یوم القیامه الذین یضاهون بخلق الله قالت: فجعلناه وسادة أو وسادتین. (صحیح البخاری ۲/۸۸۰، الصحیح لمسلم ۲/۲۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ (کسی) سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے گھر کے طاقچہ پر ایک باریک سا پردہ لٹکایا تھا جس پر جاندار کی تصاویر تھیں، جب نبی کریم ﷺ نے اس پردے کو دیکھا تو اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی نقالی کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اس (پھٹے ہوئے) پردے سے ایک یا دو تکیے بنا لیے۔

(۳) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قدم النبی ﷺ من سفر و علقت درنوکاً فیه تماثیل فأمرنی أن انزعه فنزعته (صحیح البخاری ۲/۸۸۰، صحیح مسلم ۲/۲۰۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ (ایک مرتبہ کسی) سفر سے واپس تشریف لائے اور میں نے ایک ایسا غالیچہ لٹکایا ہوا تھا جس پر جاندار کی تصویریں تھیں آپ ﷺ نے مجھے اس کے اتارنے کا حکم دیا تو میں نے اتار دیا۔

(۴) عن عائشة أنها اشترت نمرقة فیها تصاویر فقام النبی ﷺ بالباب فلم یدخل فقلت: أتوب الی الله فما أذنبت؟ قال: ماهذه النمرقة؟ قلت: لتجلس علیها و

توسّدها قال: ان أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم و ان الملئكة لا تدخل بيتاً فيه صور. (صحيح البخارى ۲/ ۸۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا تھا جس پر جاندار کی تصویریں تھیں، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو بجائے اندر داخل ہونے کے دروازے پر کھڑے رہے، میں نے عرض کیا: میں توبہ کرتی ہوں کیا میں نے کوئی گناہ کیا؟ فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں، فرمایا قیامت کے دن تصویر سازوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ (اب) تم اپنی ان بنائی ہوئی تصاویر میں روح (بھی) پھونکو، اور فرمایا کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویریں ہوں۔

(۵) عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها: دخل على النبى ﷺ و فى البيت قرام فيه صور فتلون وجهه ثم تناول الستر فهتكه و قالت: قال النبى ﷺ: من أشد الناس عذاباً يوم القيامة الذين يصورون هذه الصور (صحيح البخارى ۲/ ۹۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور گھر میں ایک باریک سا پردہ تھا جس پر جاندار کی تصویریں تھیں (جس کو دیکھ کر غصے سے) نبی اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہوگیا پھر اس کے بعد اس پردے کو لے کر پھاڑ ڈالا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تصویر سازی کا عمل کرتے ہیں۔

(۶) عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: حشوت للنبى ﷺ وسادة فيه تماثيل كأنها نمرقة فجاء فقام بين البابين و جعل يتغير وجهه فقلت: مالنا يارسول الله قال: ما بال هذه الوسادة؟ قلت: وسادة جعلتها لک لتضطجع عليها قال: أما علمت أن الملئكة لا تدخل بيتاً فيه صورة، و ان من صنع الصور يعذب يوم القيامة فيقول: أحيوا ما خلقتم. (صحيح البخارى ۱/ ۴۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے لیے ایک ایسا تکیہ تیار کیا جس میں تصویریں تھیں جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اندر داخل ہونے کی بجائے دروازے کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا بات ہے؟ فرمایا: یہ تکیہ کیسے؟ فرماتی ہیں: میں نے جواباً عرض کیا: یہ آپ ﷺ کے آرام کے لیے ہے، فرمایا: اے عائشہ! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور ان تصویر سازوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی ان (بے جان) صورتوں میں روح پھونکو۔

(۷) قال دخلت مع أبی هريرة دارا بالمدينة فرئیٰ فی أعلاها مصورًا يصور فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: قال الله تعالیٰ: ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقی فليخلقوا حبة و ليخلقوا ذرة. (صحیح البخاری ۲/۸۸۰، الصحیح لمسلم ۲/۲۰۲)

ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں واقع ایک گھر میں داخل ہوا تو انہوں نے ایک تصویر ساز کو دیکھا کہ وہ گھر کے بالائی حصہ پر تصویریں بنا رہا ہے تو (یہ دیکھ کر) فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو میری صفتِ تخلیق کی نقالی کرے انہیں چاہیے کہ ایک دانہ پیدا کر کے تو دکھائیں یا ایک چھوٹی چیونٹی پیدا کر کے دکھائیں''۔

(۸) عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: يخرج عنق من النار يوم القيامة له عينان تبصران و اذنان تسمعان و لسان ينطق يقول: انی وكلت بثلاثة بكل جبار عنيد و بكل من دعا مع الله الٰها اخر و بالمصورين: هذا حديث حسن صحيح. (جامع الترمذی ۲/ ۷۵، قدیمی، مسند احمد، ۲/ ۳۴۲، دار الباز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزِ قیامت آگ کی بنی ہوئی ایک گردن ظاہر ہوگی، اس کی دیکھنے والی دو آنکھیں ہوں گی اور سننے والے دو کان ہوں گے اور اسکی

بولنے والی زبان ہوگی، وہ کہے گی کہ مجھے تین قسم کے لوگوں پر مقرر کیا گیا ہے، ہر ظالم و جابر سرکش پر، اور ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودانِ باطلہ کو پکارے، اور (جاندار کی) تصویر بنانے والوں پر۔

(۹) عن ابی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: ان أصحاب الصور الذين يعملونها يعذبون بها يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم. (مسند احمد ۷۹/۳)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تصویریں بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی ان بنائی ہوئی تصاویر میں روح بھی پھونکو۔

(۱۰) عن أبی هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: من صور صورة كلف يوم القيامه ان ينفخ فيها الروح وليس بنافخ. (سنن نسائی ۲/ ۳۰۱، ایچ ایم سعید)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو قیامت کے دن اس کو اس بات کا مکلّف اور پابند بنایا جائے گا کہ (اب) وہ (اپنی بنائی ہوئی) تصاویر میں روح بھی پھونکے اور وہ ان میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

(۱۱) عن أبی هريرة ﷺ قال: استأذن جبرئيل عليه السلام على النبی ﷺ، فقال: أدخل فقال: كيف أدخل؟ و فی بيتک ستر فيه تصاوير فاما أن تقطع رؤسها أو تجعل بساطا يوطأ فانا معشر الملئكة لا ندخل بيتاً فيه تصاوير.

(سنن سنائی ۲/ ۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے (ایک مرتبہ) حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ ﷺ نے فرمایا: اندر آیئے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کیسے اندر آؤں؟ حالانکہ آپ (ﷺ) کے گھر میں جو پردہ ہے اس پر تصویریں بنی ہوئی ہیں لہٰذا یا تو ان کے سر کاٹ دیں یا ان سے کوئی بچھونا تیار کرلیں جو پاؤں تلے روندا جائے کیونکہ ہم

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔

(۱۲) عن مجاهد قال نا أبوهريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: أتا نی جبرئيل عليه السلام فقال لی: أتيتک البارحة فلم يمنعنی أن أكون دخلت الا أنه كان علی الباب تماثيل و كان فی البيت قرام ستر فيه تماثيل و كان فی البيت كلب فمر برأس التمثال الذی فی البيت يقطع فيصير كهيأة الشجرة و مر با لستر فليقطع فليجعل منه وسادتين منبوذتين تؤطئان و مر با لكلب فليخرج ففعل رسول الله ﷺ و اذا الكلب لحسن أو حسين كان تحت نضد لهم فأمر به فأخرج.

(سنن أبی داود، ۲/۷۱۲)

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ میں گزشتہ رات آپ کے پاس آیا تھا لیکن اندر داخل اس لیے نہیں ہوا کہ آپ کے گھر کے دروازے پر اور گھر میں موجود پردے پر تصویریں تھیں اور گھر کے اندر کتا تھا، لہٰذا اس تصویر کا سر کٹوا دیں، جس سے یہ درخت نما ہو جائے اور اس پردے کو کٹوا کر اس سے بیٹھنے کے لیے دو تکیے تیار کروا لیں اور اس کتے کو گھر سے نکلوا دیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو پتہ چلا کہ یہ کتا حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کا تھا اور وہ ان کے (گھر کی) چار پائی کے نیچے تھا، پس نبی کریم ﷺ کے حکم پر اس کتے کو گھر سے نکال دیا گیا۔

(۱۳) عن سالم عن أبيه قال: وعد جبريل النبی ﷺ فراث عليه حتی اشتد علی النبی ﷺ فخرج النبی ﷺ فلقيه فشكا اليه ما وجد فقال: انا لا ندخل بيتا فيه صورة و لا كلب. (صحيح البخاری ۲/۸۸۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا لیکن وقتِ موعود پر نہیں آئے نبی ﷺ پر یہ (تاخیر) اتنی گراں گزری کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے (جب آپ باہر تشریف لائے) تو ان سے ملاقات

ہوئی اور اپنی اس حالت کی شکایت کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کسی جاندار کی تصویر یا کتا ہو۔

(۱۴) جاء رجل الی ابن عباس فقال: انی رجل أصور هذه الصور فأفتني فيها فقال له: أدن منى فدنا منه ثم قال: أدن منى فد نا حتى وضع يده على رأسه و قال: أنبئک بما سمعت من رسول الله ﷺ يقول: کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفسًا، فتعذبه في جهنم، و قال: ان کنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر و ما لا نفس له. (الصحيح لمسلم ۲/۲۰۲)

ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں تصویر ساز ہوں مجھے اس کے بارے میں فتویٰ عنایت فرمایئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: قریب ہو جا پھر فرمایا اور قریب ہو جا یہاں تک کہ جب وہ بہت قریب ہوا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا میں آپ کو وہ بات بتا رہا ہوں جو میں نے خود رسول اکرم ﷺ سے سنی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ شخص جو جاندار کی تصویر بناتا ہو، جہنم میں جائے گا، اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے میں ایک نفس مقرر کیا جائے گا جو اس کو عذاب دے گا اگر آپ کو تصویر ہی بنانی ہے تو درخت اور بے جان چیزوں کی تصویر بناؤ۔

(۱۵) و قال عمر ﷺ : انا لا ندخل کنائسکم من أجل التماثيل التي فيها الصور و کان ابن عباس يصلي في البيعة الا بيعة فيها تماثيل. (البخاری ۶۲/۱)

حضرت عمر ﷺ نے یہودی اور عیسائیوں سے فرمایا کہ ہم تمہاری عبادت گاہوں میں جاندار کی بنی ہوئی تصاویر کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس یہودی عبادت خانے میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس میں جاندار کی تصویریں ہوں۔

(۱۶) عن أبي جحيفة أن النبي ﷺ نهي عن ثمن الدم و ثمن الكلب و كسب البغي و لعن آكل الربوا و موکله و الواشمة و المستوشمة و المصور و في رواية

المصورين. (صحيح البخاری ۲/ ۸۸۱)

حضرت ابوجحیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے (تین چیزوں سے) منع فرمایا: (۱) خون کی قیمت سے (۲) کتے کے عوض سے (۳) زانی عورت کی کمائی سے اور (پانچ قسم کے لوگوں پر) لعنت فرمائی (۱) سود کھانے والے پر (۲) سود کھلانے والے پر (۳) ہاتھ وغیرہ پر پھول وغیرہ، گودنے والیوں پر (۴) اور گودوانے والیوں پر (۵) تصویر بنانے والے پر۔

(۱۷) عن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن الصورة فی البيت و نهى أن يصنع ذلک. (جامع الترمذی ۱/ ۳۰۵)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تصویر گھر میں رکھنے اور بنانے سے منع فرمایا۔

(۱۸) عن اسامة بن زيد قال دخلت على رسول الله ﷺ و عليه الكآبة فسئلته ماله؟ فقال: لم ياتنی جبرئيل منذ ثلاث قال: فاذا جرو كلب بين بيوته فأمر به فقتل فبدا له جبرئيل عليه السلام فبهش اليه رسول الله ﷺ حين رآه فقال لم تأتنی؟ فقال: انا لا ندخل بيتًا فيه كلب و لا تصاوير. (مسند احمد ۶/ ۲۶۴)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے اوپر پریشانی کے آثار ظاہر تھے میں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جبرئیل امین تین روز سے نہیں آئے (اس کی وجہ یہ تھی کہ) آپ ﷺ کے کسی گھر میں کتے کا بچہ تھا جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنے میں رکاوٹ بنا، پس آپ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو نبی ﷺ خوشی کی وجہ سے ان کی طرف تیزی سے اٹھ کر گئے اور تاخیر کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ہم فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کسی جاندار کی تصویر ہو یا اس گھر میں کتا ہو۔

(۱۹) أن عثمان بن عفان كان يصلی الی تابوت فيه تماثيل فامر به فحک.

(مصنف ابن أبی شيبة ۱/ ۳۹۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے تابوت رکھا ہوا تھا جس پر جاندار کی تصویر بنی ہوئی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس سے تصویر کو کھرچ کر ختم کر دیا جائے۔

(۲۰) عن أبی مسعود الأنصاری أن رجلاً صنع له طعاماً فدعاه فقال: أ فی البیت صورة فقال: نعم فأبی أن یدخل حتی کسر الصورة ثم دخل.

(اخرجه البیهقی فی سننه، ۲۶۸/۷،اداره تالیفات اشرفیه)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی نے کھانے کی دعوت دی آپ اُن کے ہاں تشریف لے گئے تو اندر داخل ہونے سے قبل دریافت کیا کہ گھر میں کوئی تصویر تو نہیں؟ کہا گیا کہ ہے، آپ نے اندر داخل ہونے سے انکار کیا یہاں تک کہ اس کو توڑا گیا پھر اندر تشریف لائے۔

(۲۱) عن مسافع بن شیبة عن ابیه قال: دخل رسول الله ﷺ الکعبة فصلی رکعتین فرای فیها تصاویر فقال: یاشیبة اکفنی هذه فاشتد ذلک علی شیبة فقال له رجل من أهل فارس ان شئت طلیتها و لطختها بزعفران ففعل.

(رواه الطبرانی ۲۹۹/۷،دار الأحیاء التراث العربی)

حضرت شیبہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) آنحضرت ﷺ کعبے کے اندر داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی تو سامنے تصاویر پر نظر پڑی، فرمایا اے شیبہ رضی اللہ عنہ یہ ہٹا دو، یہ کام حضرت شیبہ پر بہت مشکل ہوا تو وہاں موجود فارس سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کہنے لگا اگر آپ چاہیں تو میں اس پر زعفران مل کر چھپا دوں پھر اس نے ایسا ہی کیا۔

(۲۲) عن أبی جریر مولی معاویة قال: خطب الناس معاویة بحمص فذکر فی خطبته أن رسول الله ﷺ حرم سبعة أشیاء و انی أبلغکم ذلک و أنهاکم عنه منهن النوح و الشعر و التصاویر و التبرج، و جلود السباع و الذهب و الحریر.

(مسند احمد ۷۰/۵)

حضرت جریر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''حمص'' (شہر) میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا

جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سات چیزیں حرام فرمائی ہیں اور میں بھی تمہیں اس کی تبلیغ کرتا ہوں اور اس سے روکتا ہوں اور وہ یہ ہیں نوحہ کرنا، شعر گوئی، تصویر سازی، بے پردہ عورت کا نکلنا، درندوں کی کھال، سونا اور ریشم۔

(۲۳) عن صفية بنت شيبة قالت: رأيت رسول الله ﷺ بلّ ثوباً و هو فى الكعبة ثم جعل يضرب التصاوير التى فيها.

(جامع المسانيد و السنن ۱۵/۵۸۱، المعجم الكبير للطبرانى ۲۴/۳۲۲)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کپڑا گیلا کر کے ان تصاویر پر مار رہے تھے جو کعبے کے اندر تھیں۔

(۲۴) أن أم حبيبة و أم سلمة ذكرتا كنيسةً رأينها بالحبشة فيها تصاوير فذكرتا ذلک للنبى ﷺ فقال: أولئک اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدًا و صوروا فيه تلک الصور و أولئک شرار الخلق عند الله يوم القيامة.

(صحيح البخارى ۱/۶۱)

ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آپس میں ان تصاویر سے متعلق جو انہوں نے حبشہ میں عیسائی عبادت خانوں میں دیکھی تھیں مذاکرہ ہوا تو انہوں نے اس کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا، آپ ﷺ نے فرمایا جب ان میں سے کوئی نیک آدمی مرتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں طرح طرح کی تصاویر بناتے اور بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ مخلوق کے سب سے بڑے شریر لوگ ہونگے۔

﴿اسکرین پر آنے والے منظر کا شرعی حکم﴾

اس کے حکم سے قبل چند قواعد ذکر کیے جاتے ہیں تا کہ اس کا حکم بآسانی سمجھ میں آسکے۔

قاعدہ نمبر (۱) : ہر وصف میں حکم کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی، جس میں عدالت اور صلاح دونوں ہوں صرف وہ علت بن سکتا ہے۔

قال المنلا جیون رحمه الله تعالى : ثم شرع في بيان ما يعلم به أن هذا الوصف وصف دون غيره فقال : و دلالة كون الوصف علة صلاحه و عدالته ، الخ .

(نور الأنوار : ۲۳۵)

قاعدہ نمبر (۲) : محرم اور مبیح میں جب تعارض ہو تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى : اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام و بمعناها ما اجتمع محرم و مبيح ...... الا غلب المحرم

(الأشباه و النظائر ۱ / ۳۰۱)

قاعدہ نمبر (۳) : جس شیء کی حقیقی علت پر اطلاع دشوار ہو تو حکم کا مدار اس کے سبب پر ہوتا ہے۔

و السابع علة اسما و حكما لا معنى كالسفر و النوم للرخصة و الحدث فان السفر علة للرخصة اسما لأنها تضاف اليه في الشرع يقال القصر رخصة للسفر و حكما لأنها تثبت بنفس السفر متصلة به لا معنى لأن المؤثر في ثبوتها ليس نفس السفر بل المشقة و هي تقديرية و كذا النوم الناقض للوضوء علة للحدث اسما لأن الحدث يضاف اليها و حكما لأن الحدث يثبت عنده لا معنى لأنه ليس بمؤثر فيه و انما المؤثر خروج النجس ، و لكن لما كان الاطلاع على حقيقته متعذرا و كان النوم المخصوص سببا لخروجه غالبا أقيم مقامه و دار الحكم عليه اهـ (نورا لأنوار : ۲۷۶)

قاعدہ نمبر (۴) : عدمِ قائل بالفصل بھی اجماع کی ایک صورت ہے۔

قال الـمـنلا جيون رحمه الله تعالى : و الأمة اذا اختلفوا فى مسألة فى أى عصر كـان على أقوال كان اجماعا منهم على أن ما عداها باطل .... و هو أقسام ، قسم منها يسمى بعدم القائل بالفصل (نور الأنوار : ۲۲۳)

قـاعـده نمبر (۵) : حالت سابقہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک اس کے خلاف دوسری حالت واضح دلیل سے ثابت نہ ہو۔

الأصل بقاء ما كان على ما كان (الأشباه و النظائر ۱ / ۱۸۷)

كون اليقين لا يزال الا بيقين

(الأشباه لابن وكيل ۲ / ۳۲۷ ، بحواله الأشباه لابن الملقن ۱ / ۲۲۱)

قاعده نمبر (٦) : احکامِ کثیرہ کا مدار عرف اور عادتِ اہلِ زمانہ پر ہونا مسلّم ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى :

؎ و العرف فى الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

قـال فـى الـمستـصـفى : العرف و العادة ما استقر فى النفوس من جهة العقول و تـلـقتـه الـطبـا ع السـليمة بالقبول ، انتهى . و فى شرح التحرير : العادة هى الأمر المتكرر من غير علاقة عقلية انتهى. (شرح عقود رسم المفتى : ۳۷)

قـاعـده نـمبـر (۱) کی وضاحت : اصولِ فقہ کی جملہ کتب میں یہ بات صراحۃً موجود ہے کہ معلل بہ نص کے حکم کی علت اس کے اندر پائے جانے والے تمام اوصاف میں سے صرف وہ وصف ہے جس میں دو (۲) باتیں ہوں، ایک عدالت اور دوسری صلاح۔

عـدالت : کا مطلب یہ ہے کہ بعینہ یہ وصف یا اس کی جنس بعینہ اس حکمِ نص یا اس کی جنس کے لیے قیاس سے پہلے علت مانا گیا ہو۔ (و امثلتها فى الكتب مذكورة)

صلاح : کا مطلب یہ ہے کہ یہ علت آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عللِ مستنبطہ کے مناسب ہو۔

الحاصل : حکمِ منصوص کی علت صرف اور صرف وہ وصف ہے جو ان دو باتوں پر مشتمل ہو ،اس کے سوا دوسرے اوصاف نہ علت ہیں اور نہ ہی ان پر مدارِ حکم ہے۔

لہٰذا اگر کوئی فرع درجنوں اوصاف میں اصل کے ساتھ شریک ہے لیکن صرف اس ایک وصف میں شریک نہیں جس پر حکم کا مدار ہے تو ایسی صورت میں اصل کا حکم اس فرع میں ثابت نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی فرع صرف اس ایک وصف میں تو شریک ہے جس پر مدارِ حکم ہے باقی کسی بھی وصف میں شریک نہیں تو ایسی صورت میں اصل کا حکم اس فرع میں ثابت ہوگا۔

اس لیے زیرِ بحث مسئلہ میں پہلے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ جاندار کی شبیہ کی حرمت کی علت کیا ہے؟ اس حرمت کا مدار کس وصف پر ہے؟ پھر اسکرین کے منظر میں اس کو تلاش کیا جائے ، اگر ہے تو حرمت کا حکم ثابت ہوگا ، ورنہ نہیں۔

جاندار کی شبیہ کی حرمت کی علت اور اسکرین کے منظر کا حکم

ماضی میں جاندار کی شبیہ کی چار قسمیں ہمارے سامنے ہیں:

(۱) مورتی اور مجسمہ (۲) تصویر (۳) عکس (۴) ظل اور سایہ

اب اس دور میں شبیہ کی ایک اور قسم ، جو اسکرین پر ظاہر ہوتی ہے ، وجود میں آئی ہے اور ممکن ہے کہ مستقبل میں شبیہ کی کچھ اور اقسام بھی وجود میں آئیں جو اجسامِ لطیفہ جیسے ہوا وغیرہ پر ظاہر ہوں۔

لہٰذا اگر اس پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے کہ شبیہ محرم کی علت کیا ہے؟ تو امید ہے کہ رہتی دنیا تک شبیہ کی جتنی بھی قسمیں پیدا ہوتی رہیں گی سب کا حکم معلوم ہو جائے گا۔

جاندار کی شبیہ سے متعلق احادیثِ مبارکہ اور ان کی شروح کے مطالعہ اور ان پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علتِ حرمت " **مضاهاة لخلق الله** " ہے۔

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں :

" تصویر سازی حق تعالی کی صفت خاص کی نقالی ہے ، مصور حق تعالی کے اسماء حسنی میں سے ہے

،اور صورت گری درحقیقت اسی کے لیے سزاوار اور اسی کی قدرت میں ہے کہ مخلوقات کی ہزاروں اجناس اور انواع اور ہر نوع میں اس کے کروڑوں افراد ہوتے ہیں، ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی، انسان ہی کو لے لو تو مرد کی صورت اور عورت کی صورت میں نمایاں امتیاز، پھر عورتوں اور مردوں کے کروڑوں افراد میں دو فرد بالکل یکساں نہیں ہوئے۔ ایسے کھلے ہوئے امتیازات ہوتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو کسی تامل اور غور و فکر کے بغیر ہی امتیاز واضح ہوجاتا ہے یہ صورت گری اللہ رب العزت کے سوا کس کی قدرت میں ہے، جو انسان کسی جاندار کا مجسمہ یا نقوش اور رنگ سے اس کی تصویر بناتا ہے وہ گویا عملی طور پر اس کا مدعی ہے کہ وہ بھی صورت گری کرسکتا ہے۔ اسی لیے صحیح بخاری وغیرہ کی احادیث میں ہے کہ قیامت کے روز تصویریں بنانے والوں کو کہا جائے گا کہ جب تم نے ہماری نقل اُتاری تو اس کو مکمل کر کے دکھلاؤ، اگر تمہارے بس میں ہو کہ ہم نے تو صرف صورت ہی نہیں بنائی اس میں روح بھی ڈالی ہے، اگر تمہیں اس تخلیق کا دعوی ہے تو اپنی بنائی ہوئی صورت میں رُوح بھی ڈال کر دکھلاؤ۔ (معارف القرآن ۷/۲۷۰)

عن عائشة رضي الله تعالى عنها : عن النبي ﷺ قال : أشد الناس عذابا يوم القيمة الذين يضاهون بخلق الله ، متفق عليه .

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى : يضاهون ..... و المعنى يشابهون بخلق الله أى يشابهون عملهم التصوير بخلق الله ، قال القاضى : أى يفعلون ما يضاهي خلق الله أى مخلوقه ، أو يشبهون فعلهم بفعله أى فى التصوير و التخليق (المرقاة ۸ / ۲۷۱)

و قال رحمه الله تعالى تحت حديث ابن مسعود ﷺ ﴿ أشد الناس عذابا عند الله المصورون ﴾ متفق عليه ، (بعد ذكر الاختلاف بين الجمهور و الامام مجاهد) .... : قال (أى مجاهد) : و بالمضاهاة بخلق الله ، قلت : العلة مشتركة (المرقاة ۸ / ۲۷۲)

قال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ: قال أصحابنا و غيرهم من العلماء تصوير

صورة الحيوان حرام شديد التحريم و هو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فی الأحاديث وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى و سواء ما كان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو اناء أو حائط أو غيرها ...... و لافرق فی هذا كله بين ماله ظل و ما لاظل له هذا تلخيص مذهبنا فی المسألة و بمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة و التابعين و من بعدهم و هو مذهب الثوری و مالک و أبی حنيفة و غيرهم. (شرح النووی علی صحيح مسلم ۲/۱۹۹،ط:قديمی)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى : ثم قال النووی......وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى و سواء ما كان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو اناء أو حائط أو غيرها.(البحر الرائق ۲/۴۸،ط:رشيديه)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : ولو كانت الصورة صغيرة كالتی علی الدرهم أو كانت فی اليد أو مستترة أو مهانة مع ان الصلوٰة بذالک لا تحرم بل ولا تكره لان علة حرمة التصوير المضاهاة لخلق الله تعالیٰ.

(رد المحتار ۲/۵۰۳،ط:رشيديه)

قال الشيخ المفتی تقی العثمانی حفظه الله تعالیٰ : وقد ادعی بعض المتجددين فی عصرنا أن حرمة التصوير كانت فی ابتداء الاسلام لقرب عهدهم بالجاهلية والوثنية،وعدم رسوخ عقيدة التوحيد فی القلوب. فلما رسخت عقائد التوحيد فيهم ارتفعت حرمة الصور.وان هذه الدعوی لا دليل لها فی القرآن والسنة ولو كان حكم حرمة التصوير منسوخا لبين النبی ﷺ النسخ بصراحة ولما امتنع الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم عن التصاوير وقد رأيت ان فقهاء الصحابة امتنعوا من الدخول فی بيوت فيها تصاوير،وكل ذلک بعد النبی ﷺ وهٰذا دليل قاطع علیٰ ان حكم حرمة التصوير لم يزل باقيا، ولم ينسخه شيیء،كيف وقد علل النبی

ﷺ حرمة التصوير بالمضاهاة بخلق الله ،وهي علة لا تختص بزمان دون زمان.

قال ابن دقيق العيد رحمه الله في شرح العمدة ۱۷۲/۱ (كتاب الجنائز،حديث ۱۱)

((ولقد أبعد غاية البعد من قال : ان ذلک محمول علی الكراهة،وأن التشديد كان في ذلک الزمان لقرب عهد الناس بعبادة الأوثان ،وهذا الزمان حيث انتشر الاسلام تمهدت قواعده فلا يساوي في هذاا لتشديد...... وهذا القول عندنا باطل قطعا،لأنه قد ورد في الأحاديث والأخبار عن أمر الآخرة بعذاب المصورين، وأنهم يقال لهم : أحيوا ماخلقتم. وهذه علة مخالفة لما قاله هذا القائل،وقد صرح بذلک في قوله عليه السلام : "المشبهون بخلق الله" وهذه علة عامة مستقلة مناسبة ولا تخص زمانا دون زمان ،وليس لنا أن نتصرف في النصوص المتظاهرة المتضافرة بمعنى خيالي))

(تكمله فتح الملهم ۱۶۱/۴، ۱۶۲،ط: مكتبه دار العلوم كراچی)

اھم امر: اب مزید یہ بات غور طلب باقی رہتی ہے کہ یہ "مضاہاۃ" جس طرح مجسمہ اور تصویر میں ہے اسی طرح عکس اور ظل میں بھی ہے، جبکہ عکس اور ظل کو کسی نے شبیہ محرم نہیں کہا۔ تو حکم میں فرق کیوں؟

جواب : اللہ تعالیٰ نے انسان کو امورِ اختیاریہ کا مکلّف بنایا ہے نہ کہ امورِ غیر اختیاریہ کا۔ چونکہ عکس اور ظل میں انسان کی صنعت اور اختیار کو کچھ بھی دخل نہیں، کوئی شخص جب بھی پانی یا کسی چمکدار شیء کے مقابل جاتا ہے تو خود بخود اس کا عکس بن جاتا ہے، اس وجہ سے یہ شبیہ محرم سے خارج ہیں۔ اور مجسمہ اور تصویر دونوں امورِ اختیاریہ میں سے ہیں ان میں انسان کی صنعت کا دخل ہے، اس وجہ سے یہ دونوں شبیہ محرم میں داخل ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ وہ مضاہاۃ جس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا دخل ہے وہ شبیہ محرم کی علت ہے، لہٰذا جہاں یہ علت موجود ہوگی حرمت کا حکم ہوگا، ورنہ نہیں۔

چونکہ روایات میں غیر جاندار کی شبیہ کو شبیہ محرم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اس وجہ سے اس کی صنعت کو بھی جائز لکھا ہے۔ جبکہ جاندار کی شبیہ کی صنعت کو کسی نے جائز نہیں کہا۔

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالی : ثم الشجر و نحوه مما لا روح له فلا تحرم صنعته و لا التکسب به ، هذا مذهب العلماء الا مجاهدا فانه جعل الشجرة المثمرة من المکروه (المرقاة ۸ / ۲۷۲)

اور یہی وجہ ہے کہ اصطلاح شرع میں مجسمہ، تصویر اور عکس وظل کی تعریفوں میں انسانی صنعت و اختیار کے ہونے اور نہ ہونے کا فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ مجسمہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و التمثال اسم للشیء المصنوع مشبها بخلق من خلق الله تعالی (تفسیر القرطبی ۱۱ / ۲۵۹)

اس میں ''مصنوع'' کی صراحت ہے اور یہ وہ مصنوع ہے جو انسان کی صنعت و اختیار کے بعد وجود میں آتا ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ مصور کی تعریف میں فرماتے ہیں :

المصور هو الذی یصور اشکال الحیوان (الکرمانی ۸ / ۲۱ / ۱۳۸)

'' **یصور** ''میں انسان کی صنعت و اختیار کی صراحت ہے۔

عکس کی تعریف میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

و یعبرون عنه بالانطباع و هو أن المقابل للصقیل تنطبع صورته و مثاله فیه لا عینه . و یدل علیه تعبیر قاضیخان بقوله : لأنه لم یر فرجها و انما رأی عکس فرجها ، فافهم (الشامیة ۴ / ۱۱۶، ۱۱۷)

اس میں لفظِ ''**انطباع**'' اور ''**تنطبع**'' دونوں بتا رہے ہیں کہ عکس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا کوئی دخل نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

و قوله : " کخلقی " التشبیه فی فعل الصورة وحدها لا من کل وجوه .

(فتح الباری ۱۰ / ۴۷۲ ، قدیمی کتب خانه)

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی: (التنبیه) الثانی: لم أر ما لو نظر الی الأجنبیة من المرآة أو الماء ، و قد صرحوا فی حرمة المصاهرة بأنها لا تثبت برؤیة فرج من مرآة أو ماء ، لأن المرئی مثاله لا عینه بخلاف ما لو نظر من زجاج أو ماء هی فیه ، لأن البصر ینفذ فی الزجاج و الماء فیری ما فیه ، و مفاد هذا أنه لا یحرم نظر الأجنبیة من المرآة أو الماء الا أن یفرق بأن حرمة المصاهرة بالنظر و نحوه شدد فی شروطها، لأن الأصل فیها الحل، بخلاف النظر لأنه انما منع منه خشیة الفتنة و الشهوة، و ذلک موجود هنا، و رأیت فی فتاوی ابن حجر من الشافعیة ذکر فیه خلافاً بینهم و رجح الحرمة بنحو ما قلناه و الله اعلم.

(الشامیة ۹/۶۱۳)

تنبیہ : بعض حضرات نے تصویر کی تعریف میں ایک جگہ (نحوہا) کے کلمہ کو دیکھ کر اس پر استدلال کیا ہے کہ یہاں پر ''غیرہا'' نہ کہنا اور ''نحوہا'' کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ تصویر جب کہیں گے جب وہ کسی ٹھوس جسم پر منقش ہو جائے۔

فرماتے ہیں: '' المعجم الوسیط کی تعریف مذکور میں ''علی لوح أو حائط أو نحوها '' کہا اور ''وغیرہا'' نہیں کہا تاکہ لوح اور حائط جیسی صلاحیت نہ رکھنے والی چیز تعریف سے خارج ہو جائیں کیونکہ اس میں نقش ہی ممکن نہیں۔ لہذا کسی جاندار کی شکل وصورت یا شبیہ وعکس کو جب تک کسی چیز پر نقش و منقش نہیں کر لیا جائے گا یعنی قائم و پائیدار نہیں بنا دیا جائے گا اس وقت تک اس پر تصویر محرم کا اطلاق نہیں ہوگا خواہ دیکھنے میں یا ظاہر نگاہ میں وہ نقش تصویر ہی کی طرح کیوں نہ نظر آ رہا ہو''۔

اس استدلال سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) اگر ''نحوہا'' پر اتفاق ہو جائے تو یہ شرط صحیح ہوگی۔ کہ ٹھوس اجسام کے سوا دوسرے لطیف اجسام پر بنی ہوئی شبیہ تصویر نہیں۔

(۲) اگر کلمہ ''غیرہا'' مل جائے تو شرطیت باطل ہو جائے گی۔

ذیل میں علامہ نووی اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات میں صراحۃً بجائے ''نحوہا'' کے ''غیرہا'' مذکور ہے، لہٰذا اب دونوں باتیں ختم ہوگئیں اور یہ ثابت ہوگیا کہ ٹھوس اجسام کے علاوہ اجسام لطیفہ پر بھی جاندار کی شبیہ اور تصویر بن سکتی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث: ﴿لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب﴾ ......(و فی روایة تصاویر) ..... قوله : (الا نقضه) ...... کے تحت لکھتے ہیں :

قال ابن بطال : و فی هذا الحدیث دلالة علی أنه ﷺ کان ینقض الصورة سواء کانت مما له ظل أم لا، و سواء کانت مما توطأ أم لا، سواء فی الثیاب و فی الحیطان و فی الفرش و الأوراق و غیرها . (فتح الباری ۱۰ / ۴۷۱)

قال العلامة النووی رحمه الله تعالیٰ: قال أصحابنا و غیرهم رحمهم الله تعالیٰ من العلماء: تصویر صورة الحیوان حرام أشد التحریم، و هو من الکبائر لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الأحادیث و سواء صنعه بما یمتهن أوبغیره حرام بکل حال لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی سواء ما کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو اناء أو حائط أو غیرها ...... و لا فرق فی هذا کله بین ماله ظل و ما لا ظل له .... الخ

(مسلم مع شرح النووی، ۱۹۹/۲، قدیمی)

اسکرین پر آنے والے منظر کا حکم

قاعدہ نمبر (۱) کی مختصر تفصیل اور تعیینِ علت کی وضاحت کے بعد اب اس کا حکم ظاہر ہوگیا کہ چونکہ یہ وہ شبیہ ہے جس میں علتِ مضاہاۃ مع صنعت پائی جاتی ہے، لہٰذا یہ بھی مجسمہ اور تصویر کی طرح شبیہ محرم میں داخل اور حرام و ناجائز ہے۔

کچھ شبہات اور ان کے جوابات

شبہ نمبر (۱) : بعض کا کہنا ہے کہ عکس میں بھی صنعت ہے کیونکہ آئینہ کی صنعت اس مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ نیز ذوالعکس آئینہ کے قریب جاتا ہے، یہ ذوالعکس کا جانا اور آئینہ کے مقابل آنا یہ بھی صنعت ہے۔ لہٰذا اگر شبیہ، صنعت کی وجہ سے حرام ہوتی ہے تو عکس کو بھی شبیہ حرام کہنا چاہیے۔

جواب : عکس میں انسان کی صنعت اور اختیار کا دخل ہے یا نہیں؟

یہ بات کسی ذی فہم پر مخفی رہے، انتہائی تعجب کی بات ہے کیونکہ عکس میں انسان کی صنعت و اختیار کا کچھ بھی دخل نہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں۔

(۱) ذوالعکس

(۲) پانی اور چمکدار شیء جس میں ذوالعکس کا عکس نظر آتا ہے

(۳) روشنی کی شعاعیں

پوچھنا یہ ہے کہ ان تینوں میں سے عکس کیا ہے؟ اور آلۂ عکس کیا ہے؟ اگر عکس روشنی کی شعاعیں ہیں، جیسے کہ خود صاحبِ شبہہ نے لکھا ہے: ''عکس اپنی ماہیت کے اعتبار سے روشنی کے شعاعی ذرات اور اس کی کرنیں ہیں''، تو آلۂ صنعت یا تو ذوالعکس ہوگا جس کے اندر کوئی مصنوعی مشین لگی ہوگی کہ جیسے ہی وہ پانی یا چمکدار شیء کے سامنے آیا اس مشین نے فوراً عکس بنانے کا کام شروع کر دیا، جبکہ ظاہر ہے کہ ذوالعکس میں ایسی کوئی مصنوعی مشین نہیں ہے کہ پانی وغیرہ دیکھتے ہی حرکت میں آجائے۔ یا پھر آلۂ صنعت وہ پانی اور چمکدار شیء ہوگی جس میں ذوالعکس کا عکس نظر آتا ہے، اور اس میں ایسی مصنوعی مشین لگی ہوگی کہ ذوالعکس کا سامنے آتے ہی عکس بنانا شروع کرتی ہوگی جبکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ پانی اور چمکدار اجسام کے اندر کوئی ایسی مشین نہیں۔

الحاصل عکس میں صنعت اور اختیار کا دخل نہ ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے جس کا انکار کسی طرح بھی درست نہیں۔ اس میں صنعت و اختیار کو ثابت کرنے کے لیے یہ کہنا کہ شیشہ اور آئینہ صنعت کے بعد وجود میں آتا ہے اور اسی طرح ذوالعکس بھی اپنے اختیار سے اس آئینہ کے قریب جاتا ہے، لہٰذا صنعت ثابت ہوگئی، درست نہیں۔ اور اس کا بدیہی البطلان ہونا بالکل واضح ہے۔ کیونکہ صنعتِ آئینہ کو صنعتِ عکس کہنا کون ذی فہم تسلیم کرسکتا ہے؟

ذوالعکس کا آئینہ کے قریب جانے کو شاید سبب تو کہہ سکیں، لیکن اس کو صنعتِ عکس اور علتِ عکس کہنا بداہت کا انکار ہے، اور یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ جو چیز جائز ہوتی ہے اس کے اسباب بھی جائز ہوتے ہیں، لہٰذا ذوالعکس کا آئینہ یا پانی کے قریب جانا بلاشبہ جائز ہے۔

نیز صنعتِ آئینہ اور ذوالعکس کا آئینہ کے قریب جانے کو صنعتِ عکس اس وجہ سے بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صنعت میں اختیار ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آئینہ بنانا نہ چاہے تو نہیں بنے گا، ذوالعکس آئینہ کے قریب نہ جانا چاہے تو قریب نہ ہوگا۔ جبکہ عکس بنانے میں اختیار نہیں، کوئی عکس بنانا چاہے یا نہ چاہے ہر صورت میں، جب پانی اور چمکدار شیء کے سامنے آئے گا عکس بن کر نظر آئے گا۔

ہاں! یہ بات درست ہے کہ آئینہ کی بہتر صنعت سے عکس واضح اور بہتر طور پر اس میں نظر آئے گا، لیکن اس کو یہ کہنا کہ نفسِ عکس ہی صنعتِ آئینہ کی مرہونِ منت ہے، درست نہیں۔ دیکھیں.....! پانی اور پہاڑوں سے نکلنے والے مختلف قسم کے چمکدار پتھر اور دوسرے مختلف قسم کے چمکدار دھات جن کی ساخت اور بناوٹ میں انسان کی صنعت اور اختیار کا کوئی دخل نہیں، ان میں بھی عکس نظر آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نفسِ عکس غیر اختیاری ہے اس میں صنعت کا کچھ بھی دخل نہیں۔

شبهه نمبر (۲) : تصویر اور عکس میں اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرق یہ بتایا ہے کہ تصویر پائیدار ہوتی ہے، جبکہ عکس میں پائیداری نہیں۔ بلکہ ذوالعکس کے ہٹ جانے سے ختم ہوجاتا ہے۔ ان حضرات نے صنعت کا فرق نہیں بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے تصویر کی تعریف کی ہے،

انہوں نے مثال یہ دی ہے کہ جیسے دیوار، کپڑے وغیرہ ٹھوس جسم پر بنائی جائے۔

ان امثلہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل فرق پائیداری کے ہونے اور نہ ہونے کا ہے نہ کہ صنعت کا۔ اسی وجہ سے مثال میں ان ٹھوس اجسام کا ذکر کیا گیا ہے جن پر تصویر قائم و پائیدار ہو سکتی ہے۔

جواب: حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت یہ ہے: ''واقعہ یہ ہے کہ ظل و سایہ قائم و پائیدار نہیں ہوتا بلکہ صاحب ظل کے تابع ہوتا ہے۔ جب تک وہ آئینہ کے مقابل کھڑا ہے تو یہ ظل بھی کھڑا ہے جب وہ یہاں سے الگ ہوا تو یہ ظل بھی غائب اور فنا ہو گیا۔ فوٹو کے آئینہ پر جو کسی انسان کا عکس آیا اس کو عکس اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب تک اس کو رنگ و روغن اور مسالہ کے ذریعہ قائم اور پائیدار نہ بنا یا دیا جائے اور جس وقت اس عکس کو قائم اور پائیدار بنا دیا اسی وقت یہ عکس تصویر بن گئی''۔ (تصویر کے شرعی احکام :۱۵)

اور حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عکس اور تصویر میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تصویر و عکس دونوں بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے''۔ (احسن الفتاوی ۸ / ۳۰۲)

ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''(۳) اس کو عکس کہنا بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ عکس اصل کے تابع ہوتا ہے، اور یہاں اصل کی موت کے بعد بھی اس کی تصویر باقی رہتی ہے''۔

(احسن الفتاوی ۹/۸۸)

ان حضرات کی تحریرات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے اور ہمارے بتائے ہوئے فرق میں صرف تعبیر اور الفاظ کا فرق ہے، حقیقۃً کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ:

(۱) مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے جب پائیدار بنایا گیا تو انسانی صنعت آ گئی اور یہ شبیہ محرم میں داخل ہو گیا اور جب تک روغن وغیرہ سے پائیدار نہیں بنایا گیا تو اس وقت تک انسانی صنعت و

اختیار کا کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا شبیہ جائز میں داخل رہا۔

(۲) عکس کا اصل کے تابع اور اس کے غائب ہونے کے ساتھ اس کا غائب ہو جانے کے الفاظ بھی اس پر دال ہیں کہ جب تک انسانی صنعت اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا یہ اصل کے تابع رہتا ہے اور جہاں تابعیت ختم ہوئی سمجھ جاؤ کہ انسانی صنعت اور اختیار اس میں داخل ہو گیا اور یہ شبیہ محرم میں داخل ہو گیا۔

(۳) حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک سوال کے جواب میں صراحۃً عکس اور تصویر میں صنعت کو فارق بنایا ہے۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ ہوں:

''سوال : کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ زید عالم ہے وہ کہتا ہے کہ تصویر دستی یعنی قلم کی بنی ہوئی کا بنوانا یا مکان میں رکھنا حرام ہے لیکن فوٹو کا لیا جانا اور مکان میں رکھنا حرام نہیں ہے بایں دلیل کہ فوٹو آئینہ کا عکس ہے، عام لوگ آئینہ دیکھتے ہیں؟

الجواب : زید کا قول بالکل غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے، آئینہ کے اندر کوئی انتقاش باقی نہیں رہتا زوالِ محاذاۃ کے بعد وہ عکس بھی زائل ہو جاتا ہے بخلاف فوٹو کے، اور یہ بالکل ظاہر ہے اور پھر صنعت کے واسطے سے ہے اس لیے بالکل دستی تصویر کے ہے''۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۲۵۳)

تنبیہ : جو حضرات حقیقی فرق کے قائل ہیں ان کے ذمہ لازم ہے کہ ایسی امثلہ پیش کریں جن میں ''پائیداری'' اور ''ازالۂ تابعیت'' بدوں انسانی صنعت کے پائی جائیں۔ جبکہ بظاہر ایسی مثال ناممکن سی معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ یہ مسلم حقیقت ہے کہ آئینہ پر ظاہر ہونے والی شبیہ کی ''پائیداری'' اور ''اصل سے استغناء'' انسانی صنعت اور اختیار کے تابع ہے، کیونکہ اس پر مصالحہ لگا کر اس کے نقش کو اصل کی تابعیت سے نکالنا انسانی صنعت اور اختیار کے بعد ہی ممکن ہے لہٰذا یہ شبیہ محرم میں داخل اور حرام ہے۔

رہی یہ بات کہ تصویر کی تعریف میں دیوار وغیرہ ٹھوس اجسام کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ نیز پائیدار

بنانے کے سلسلہ میں روغن اور مصالحہ کی شرط کیوں لگائی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کے زمانے میں انسانی صنعت اور اختیار اس حد تک تھا کہ ٹھوس چیزوں پر روغن وغیرہ کے ذریعہ شبیہ بنائی جاسکے۔ ایسے آلات اس زمانے میں ایجاد نہیں ہوئے تھے جن کے ذریعہ اجسام لطیفہ پر اور بدوں روغن ومصالحہ کے شبیہ بنا کر دکھاسکیں۔ لہٰذا ان حضرات کی تعریفات اپنے زمانے کی شبیہ محرم کے تمام افراد کو شامل ہونے کے اعتبار سے کی گئی ہیں، نہ کہ قیامت تک آنے والی تمام شبیہات محرمہ کے اعتبار سے۔

اگر موجودہ ایجادات ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانے میں ہوتیں تو یقیناً یہ حضرات یوں فرماتے کہ شبیہ محرم میں ہر وہ عکس داخل ہے جس کو انسان اپنے اختیار اور صنعت سے ٹھہرا کر پائیدار بنادے اور اصل کے تابع ہونے سے نکال کر مختلف رنگوں میں دکھادے، خواہ کسی آلہ کی قوت سے یہ کام کیا جائے یا روغن ومصالحہ کے ذریعہ سے۔

جدید ایجادات کے پیش نظر صرف شبیہ محرم کی تعریف نہیں بدلی، بلکہ کئی احکام اور بھی ایسے ہیں جن کا فیصلہ جدید آلات کے سامنے آنے پر قدیم فیصلہ کے خلاف کیا گیا ہے۔ مثلاً:

(۱) حضرات اساتذۂ کرام ''وزن اعمال'' کی بحث میں یہ اشکال اٹھاتے تھے کہ اعمال اعراض ہیں جن کا وزن نہیں ہوتا، موزون ہمیشہ جوہر ہوا کرتا ہے پھر اس کے متعدد جوابات دیتے تھے، لیکن جب ایسے آلات ایجاد ہوکر سامنے آئے جن کے ذریعہ اعراض سردی، گرمی وغیرہ ماناپے تولے جاتے ہیں، تو اب وہ اشکال ختم ہوا اور یہ کہا جاتا ہے کہ اعراض بھی موزونات کے قبیل سے ہیں۔

دیکھیے! یہاں جب تک ہمارے مشاہدہ میں اعراض تولنے والا آلہ نہیں تھا تو موزون کی تعریف اس طرح کی جاتی تھی جس سے اعراض نکل جائیں۔ اب آلہ آنے کے بعد ظاہر ہے کہ اس موزون کی تعریف کو اتنا عام کیا جائے گا جس میں اعراض بھی داخل ہوں۔

(۲) ہوائی جہاز میں نماز کے جواز کا فتویٰ بھی جدید آلات کی بنیاد پر دیا گیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب تک ہوا میں بدوں ستون کسی فرش وغیرہ کو بچھا کر اس کے اوپر کھڑے ہونے کے

آلات نہیں تھے، تو مسئلہ یہ تھا کہ ہوا پر نماز پڑھنا جائز نہیں مثلاً اگر درختوں کے درمیان چٹائی باندھ کر اس پر ہوا میں نماز پڑھی جائے تو جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله : و أن يجد حجم الأرض) تفسيره أن الساجد لو بالغ لايتسفل رأسه أبلغ من ذلک ، فصح على طنفسة و حصير و حنطة و شعير و سرير و عجلة ان كانت على الأرض لا على ظهر حيوان، كبساط مشدود بين أشجار ، و لا على أرز أو ذرة الا في جوالق أو ثلج ان لم يلبد و كان يغيب فيه وجهه و لا يجد حجمه أو حشيش الا ان وجد حجمه و من هنا يعلم الجواز على الطراحة القطن ، فان وجد الحجم جاز و الا فلا بحر.

(الشامية ١ / ٥٠٠)

جب ایسے آلات ایجاد ہوئے جنہوں نے بغیر ستونوں کے فرش بچھا کر دکھا دیا جیسے ہوائی جہاز، تو اب ہوا پر جہاز کے اندر نفسِ نماز پڑھنے پر سب کا اتفاق ہے اگر چہ تفصیلات میں کچھ اختلاف بھی ہے، بہر حال ہوا پر آلات کے ذریعہ سے ہوائی جہاز کے استقرار کا کسی درجہ میں اعتبار کیا گیا ہے۔

اسکرین کے منظر کے اشبہ بالعکس ہونے کے دلائل کے جوابات

دلیل نمبر(۱) : عکس اپنی ماہیت کے اعتبار سے روشنی کے شعاعی ذرات اور اس کی کرنیں ہیں اور اسکرین پر نمودار ہونے والے مناظر بھی روشنی ہی کے شعاعی ذرات ہیں۔

جواب :

﴿ **اولاً** ﴾ : اس مشابہت کا مدارِ حکم ہونا ثابت نہیں، کیونکہ مدارِ حکم وہ مضاہاۃ ہے جس میں انسانی صنعت واختیار کا دخل ہو، اور یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ ہر وصف میں حکم کی علت بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی، جس وصف میں عدالت اور صلاح دونوں ہوں صرف وہ علت بن سکتا ہے جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔

﴿ **ثانیاً** ﴾ : دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ عکس کی روشنی کے شعاعی ذرات غیر

اختیاری اور غیر مصنوعی ہیں، جبکہ اسکرین کی روشنی کے شعاعی ذرات اختیاری اور مصنوعی ہیں۔ صنعت کے ہونے اور نہ ہونے کے بنیادی فرق کو نظر انداز کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

دلیل نمبر (۲) : دونوں جگہ منظر شعاعوں کے انعکاسی عمل سے وجود میں آتا ہے اور ناپائیدار حالت میں ہوتا ہے۔

جواب :

﴿ **اولاً** ﴾ : اس مشابہت کا بھی مدارِ حکم ہونا ثابت نہیں، کیونکہ مدارِ حکم وہ مضاہاۃ ہے جس میں انسانی صنعت واختیار کا دخل ہو۔ جیسا کہ پیچھے تفصیل سے گذر چکا۔

﴿ **ثانیاً** ﴾ : یہاں بھی وہی مصنوعی وغیر مصنوعی کا فرق ہے جس کو بلاوجہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ عکس میں یہ انعکاسی عمل انسان کی صنعت اور اختیار کے بغیر آئینہ اور پانی پر وجود میں آتا ہے، جبکہ اسکرین پر یہ عمل پورے کا پورا انسان کی صنعت اور اختیار کے تابع ہے۔

نیز پائیداری کے ہونے اور نہ ہونے کا مدار تابعیت پر ہے، جب تک اصل کے تابع ہے پائیدار نہیں کہا جاسکتا اگر چہ ایک گھنٹہ تک آئینہ اور پانی وغیرہ پر برابر نظر آرہا ہو۔ دیکھیے! جب ذوالعکس آئینہ کے سامنے مسلسل ایک گھنٹہ تک موجود رہے تو بظاہر آئینہ میں اس کا منظر ٹھہرا ہوا پائیدار نظر آتا ہے، حالانکہ اس کو کوئی بھی پائیدار نہیں کہتا، کیوں؟ اس لیے کہ اصل کے تابع ہے۔ اور جہاں تابعیت ختم ہوئی وہاں ذوالعکس کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اس منظر کو پائیدار کہا جائے گا۔

الحاصل پائیدار ہونے اور نہ ہونے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اصل کا تابع ہے یا نہیں؟ جہاں ہے وہاں پائیدار نہیں اور جہاں نہیں، وہاں پائیدار ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عکس اور تصویر میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”تصویر وعکس دونوں بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے“۔

(احسن الفتاوی ۸ / ۳۰۲)

ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں :" (۳) اس کو عکس کہنا بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ عکس اصل کے تابع ہوتا ہے، اور یہاں اصل کی موت کے بعد بھی اس کی تصویر باقی رہتی ہے"۔

(احسن الفتاوی ۹/۸۸)

لہٰذا دونوں کو ناپائیدار کہہ کر ان میں مساوات ثابت کرنا مسلّم نہیں۔

اس کی کچھ تفصیل شبہہ نمبر (۲) کے جواب میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

دلیل نمبر (۳) : جس طرح آئینہ میں صرف عکس ظاہر ہوتا ہے، منقش وقائم نہیں ہوتا۔اسی طرح اسکرین پر بھی منظر صرف ظاہر ہوتا ہے منقش وقائم نہیں ہوتا۔

جواب : شبہہ نمبر (۲) کے جواب میں تفصیل سے یہ بات گزری ہے کہ نقش وقیام کے لیے روغن وغیرہ کا ذکر اکابر رحمہم اللہ تعالی کی عبارات میں، شرط کے درجہ میں نہیں بلکہ اس زمانہ کی مروج تصویر اور شبیہ محرّم کے اعتبار سے ہے، لہٰذا اگر ایسا آلہ پیدا ہو جائے جو بدوں روغن اور ظہورِ نقوش وخطوط منظر اور شبیہ کو دکھا کر جتنی دیر تک چاہیں بغیر اصل کے ٹھہرا دے تو اس کو بھی منقش اور قائم کہا جائے گا۔لہٰذا دونوں کو ایک قرار دینا بداہت کا انکار ہے۔

دلیل نمبر (٤) : دونوں جگہ روشنی کی شعاعیں انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ مسلسل سفر کرتی ہیں۔

جواب :

﴿ **اولاً** ﴾ : تو شعاعوں کی تیزی اور سستی پر حکم کا مدار ہی نہیں۔

﴿ **ثانیاً** ﴾ : یہاں بھی صنعت اور اختیار کا فرق ہے۔عکس میں یہ تیز رفتاری انسان کی صنعت واختیار سے خارج ہے، جبکہ اسکرین پر انسان کی صنعت واختیار سے ایک خاص تناسب، ترتیب اور تیز رفتاری سے روشنی کی شعاعیں ڈالی جاتی ہیں۔

الحاصل اس منظر کو اشبہ کہہ کر اس کے لیے عکس کا حکم ثابت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

نیز اگر کوئی مشابہت کی درج ذیل وجوہ بیان کر کے اشبہ ہونے کا دعوی کر کے عکس کا حکم ثابت کر دے تو کیا جواب ہوگا؟

۱۔ شے ہونے میں ۲۔ نفسِ وجود میں

۳۔ نظر آنے میں ۴۔ ذوسطح ہونے میں

۵۔ نفسِ رنگ وروغن میں ۶۔ جاندار کی شبیہ ہونے میں وغیرہ وغیرہ۔

جواب ظاہر ہے کہ ان پر حکم کا مدار نہیں، لہٰذا ان کا ذکر ہی بے محل ہے۔ بعینہ اسی طرح مندرجہ بالا چار دلائل بھی ہیں کہ ان پر حکم کا کوئی مدار نہیں۔ مدارِ حکم دو باتوں پر ہے:

(۱) مضاہاۃ

(۲) پائیداری اور صنعت واختیار، اور یہ ان کے بیان کردہ وجوہ اور دلائل میں نہیں پائی جاتیں۔

قاعدہ نمبر (۲) : محرِّم اور مبیح میں جب تعارض ہو تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔

اس کی امثلہ کثیر ومعروف ہیں۔ لہٰذا بجائے امثلہ، زیرِ بحث مسئلہ میں یہ قاعدہ کس طرح جاری ہوتا ہے؟ صرف اسی کو بیان کیا جاتا ہے۔

اس قاعدہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسکرین پر ظاہر ہونے والا منظر حرام ہو۔ کیونکہ حکمِ عکس کے قائلین حضرات کے نزدیک بھی یہ منظر نہ عکس ہے اور نہ ہی تصویر۔ بلکہ دونوں کا احتمال ہے۔

جب فی نفسہ اس میں دونوں احتمال ہیں، اور ظاہر ہے کہ جانب تصویر، محرم ہے اور جانب عکس مبیح، اور محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے لہٰذا فی نفسہ جانب تصویر راجح ہوگا اور یہ منظر تصویر کی طرح حرام ہوگا۔

رہی اشبہ بالعکس ہونے کی بات تو اس کا بطلان قاعدہ نمبر (۱) کے تحت تفصیلات کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

اعتراض : یہاں یہ قاعدہ بے محل ہے کیونکہ یہاں تعارض متحقق نہیں......مجوث عنہ کا عکس کے ساتھ مشابہ ہونا بیان کردہ دلائل اربعہ کی رو سے ظن غالب قریب بہ یقین کے درجہ میں ہے اور تصویر کے ساتھ مشابہ ہونا صرف شبہہ کے درجہ میں ہے۔

جواب :

﴿ اولاً ﴾ : دلائل اربعہ پر گفتگو گزر چکی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی مثبتِ دعوی نہیں، لہٰذا جب دلائل ختم ہوئے تو ظنِ غالب اور یقین بھی ختم۔

﴿ ثانیاً ﴾ : اس مسئلہ میں کسی کا صرف اپنی تحقیق کو حتمی اور حرفِ آخر قرار دے کر اپنی مزعومہ باتوں کو قرآن وحدیث اور اجماع وقیاسِ مجتہد کے دلائل کی طرح سمجھ کر ظن غالب قریب بہ یقین کا قول کرنا اور دوسرے علماء واکابر کی تحقیق سے یکسر صرفِ نظر کرنا ایک رائے تو ہو سکتی ہے، لیکن اس سے مشابہت درجہ ظن غالب میں ثابت ہو جائے، یہ ہرگز درست نہیں۔

﴿ ثالثاً ﴾ : اگر انصاف سے غور کیا جائے تو یہاں تعارض اشبہ وظن غالب اور شبہہ میں نہیں، بلکہ اشبہ اور یقین میں ہے۔ پاکستان کے علمائے کرام کا جم غفیر اس منظر کو یقیناً عینِ تصویر اور شبیہِ محرم سمجھ کر حرام فرماتا ہے۔ لہٰذا جہاں اباحت کی جانب صرف بعض حضرات کا ظن غالب ہے اور محرم کی جانب دوسرے حضرات کا یقین ہے۔ اب تیسرا فریق دونوں آراء کو سامنے رکھ کر کیا فیصلہ کرے گا؟ فیصلہ ظاہر ہے، یا تو یہ کہا جائے گا کہ یہاں تعارض ہی نہیں۔ کیونکہ جانب حرمت یقینی ہے اور جانب اباحت ظنی، اور عمل یقین پر ہوتا ہے۔

اگر تعارض مان بھی لیا جائے تو بھی قاعدہ کی رو سے محرم کو ترجیح ہوگی اور اس منظر کو بحکم تصویر قرار دے کر حرام کہا جائے گا۔

قاعدہ نمبر (۳) : اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاں حکم کی علت پر اطلاع پانا دشوار ہو وہاں اس کے سبب پر حکم کا مدار ہوتا ہے۔ جیسے:

مثال نمبر (۱) : سفر میں رخصت کی علت مشقت ہے لیکن چونکہ اس پر اطلاع پانا دشوار تھا کہ کس سفر میں اُس حد اور مقدار کی مشقت ہے جو علتِ رخصت ہے اور کس میں نہیں؟ اس لیے شریعت مطہرہ نے سفر شرعی کو اس کا قائم مقام قرار دے کر رخصت کے وجود وعدم کا مدار اس پر رکھ دیا ہے۔

مثال نمبر (۲) : نوم اصل میں سببِ نقضِ وضو ہے، علت نہیں ہے۔ علتِ نقضِ وضو خروج ریح ونجاست ہے، لیکن چونکہ اس علت پر اطلاع پانا مشکل تھا، اس لیے اس کے سبب پر حکم کا مدار رکھ دیا ہے۔

زیر نظر مسئلہ میں اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کیمرہ، خواہ ڈیجیٹل ہو یا غیر ڈیجیٹل، تصویر کشی اور منظر کشی کا آلہ ہے۔ یہاں تک تو معاملہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے۔ آگے اس آلہ نے جو تصویر سازی کا عمل کیا ہے تو اس نے وہ تصویر بنائی ہے جس پر حرمت کا مدار ہے، یا نہیں بنائی؟ یہ معاملہ مخفی اور نظری ہے۔ اس کی حقیقت پر اطلاع پانا ہر ایک کے لیے آسان نہیں بلکہ بہت سارے حضرات کے لیے تو ناممکن بھی ہے۔

لہٰذا جس طرح رخصت کے حکم کا مدار اس کی اصل علت مشقت کو چھوڑ کر اس کے آلہ اور ذریعہ پر رکھا گیا ہے، اسی طرح یہاں بھی حکم کا مدار آلہ پر ہونا چاہیے اور چونکہ آلہ تصویر سازی کا استعمال ہوا ہے لہٰذا یہ منظر تصویر کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہوگا۔

قاعدہ نمبر (۴) :

اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ جب ایک مسئلہ میں ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ چند اقوال (مثلاً تین اقوال) پر متفق ہو جائیں تو اس مسئلہ میں چوتھا قول خلاف اجماع ہوگا۔

جیسے ولایتِ صغیر میں اختلاف ہے جن کے نزدیک ثابت ہے تو وہ باپ اور دادا دونوں کے لیے ثابت مانتے ہیں، اور جن کے نزدیک ثابت نہیں تو دونوں کے لیے ثابت نہیں مانتے۔ اب اس صورت میں کسی کا یہ قول کہ باپ کے لیے ثابت ہے اور دادا کے لیے ثابت نہیں، خلافِ اجماع ہوگا۔

زیر نظر مسئلہ میں اگرچہ یہ قاعدہ من وعن پوری طرح جاری نہیں، لیکن اس سے ان حضرات کی تائید ضرور ہوتی ہے جو اسکرین کے منظر کو تصویر اور شبیہ محرم قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ شبیہ کی اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ میں چار قسمیں مسلّم ومتفق علیہا ہیں یعنی مجسمہ، تصویر، عکس اور ظل۔

اسلاف رحمہم اللہ تعالی میں ان کے علاوہ کسی پانچویں قسم کا کوئی قائل نہیں، تو گویا ان کا اس بات پر اجماع ہوا ہے کہ دنیا میں جاندار کی جو شبیہ ہوگی وہ ان چاروں ہی میں سے ہوگی۔ چونکہ اشبہ بالعکس کہنے والے حضرات یہ مان رہے ہیں کہ اسکرین پر ظاہر ہونے والا منظر نہ عین عکس ہے اور نہ عین ظل۔ لہٰذا اب اس قاعدہ کی رو سے یہ ماننا لازم ہے کہ یہ منظر اب یا تو مجسمہ میں داخل ہوگا یا تصویر میں، جیسے بہت سارے اکابر واصاغر اس کو تصویر میں داخل فرماتے ہیں۔

قاعدہ نمبر (۵) : اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی جو حالت درجہ یقین میں ثابت ہو جائے اب جب تک اس سے آگے دوسری حالت میں جانے کا یقین نہ ہو، پہلی حالت برقرار سمجھی جائے گی، اور اسی کے پیش نظر اس پر حکم لگایا جائے گا۔

مثلاً ایک شخص یقیناً وضو کی حالت میں ہے اب اس کو شک ہوا کہ یہ حالت ختم ہو کر میں بے وضو ہونے کی حالت میں داخل ہوا یا نہیں؟ تو اس شک کی وجہ سے پہلی یقینی حالت کے خلاف اس کو بے وضو نہیں کہا جائے گا۔

اس قاعدہ کی رو سے اگر زیر نظر مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہی کہنا پڑے گا کہ اسکرین پر آنے والا منظر تصویر اور شبیہ محرم کا منظر ہے جو کہ حرام ہے۔ کیونکہ ڈیجیٹل کیمرہ سے تصویر لینے کے طریق کار اور اخذ صورت میں ایک درجہ تک تو اتفاق اور یقین ہے۔ اس کے بعد شک کے منازل و درجات ہیں۔ لہٰذا یقین کے درجہ میں جو چیز ہے اسی کو اصل سمجھ کر حکم کا مدار بنایا جائے گا اور اس کے بعد شک کے کسی درجہ پر حکم کا مدار نہ ہوگا۔ اب وہ یقینی اور اتفاقی درجہ ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتے ہیں: ’’ڈیجیٹل کیمرے میں بھی شٹر کھلنے پر کیمرے کے لینز سے ہو کر روشنی اسی طرح گزرتی ہے جس طرح یہ عام فلم کیمرہ کے لینز سے گزر کر فلم پر الٹا عکس بناتی ہے اور یہاں بھی عملِ انعکاس کے ذریعہ پہلے عکس وجود میں آتا ہے، یہاں تک دونوں میں بنیادی فرق نہیں ہے‘‘۔

اس سے پتہ چلا کہ ڈیجیٹل کیمرہ پہلے عکس کو وصول کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مکمل عکس بننے اور وجود میں آنے کے درجہ تک تو سب متفق ہیں، آگے اس عکس کو اسی حالت میں کسی دوسری جگہ منتقل کر کے محفوظ کیا جاتا ہے یا اس کی حالت مسخ ہو کر کسی دوسری ایسی حالت میں چلا جاتا ہے جہاں اس کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ اس میں اب آراء مختلف ہیں، اور اختلاف دلیل ہے شک وشبہہ کی، لہٰذا اس مشتبہ حالت کو سامنے رکھ کر حرمت وحلت کا حکم نہیں دیا جائے گا، بلکہ اتفاقی اور یقینی حالت کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ ہوگا، اور کہا جائے گا کہ اسکرین کا منظر اس محفوظ عکس کی شبیہ محرم ہے۔ لہٰذا حرام اور ناجائز ہے۔

قاعدہ نمبر (٦) : ﴿عرف وعادت﴾

اسکرین کے منظر کو عرف وعادت میں تصویر سمجھا اور بولا جاتا ہے، لہٰذا اس قاعدہ کی رو سے بھی یہ شبیہ محرم اور تصویر کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہوگا۔

اعتراض : ''عرف کے معتبر ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہ عرف کسی مغالطہ کی وجہ سے نہ ہو۔ اگر مغالطہ کی وجہ سے ہے تو اس عرف کا بھی شرعاً اعتبار نہیں ہوگا۔ مثلاً :

(۱) پنشن کی بیع

(۲) پراویڈنٹ فنڈ پر ملنے والے اضافے کو سود سمجھنا اور بولنا

(۳) انعامی بانڈ

زیر بحث مسئلہ میں اولاً تو یہ مفروضہ کہ اس منظر کو عرف عام میں تصویر بولا اور سمجھا جاتا ہے، درست نہیں ۔ کیونکہ اگرچہ کچھ لوگ اس پر تصویر کا اطلاق کرتے ہیں لیکن محققین اسے تصویر کی بجائے عکس [IMAGE] کا نام دیتے ہیں..... اگر تسلیم کر لیا جائے کہ عرفِ عوام میں اس منظر کو تصویر سمجھا یا بولا جاتا ہے تو یہ سمجھنا اور بولنا ان کے مغالطہ کی بنیاد پر ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا...... اس بول چال کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ عکس کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

جواب :

﴿ اولاً ﴾ : جن مثالوں میں مغالطہ کی بنیاد پر عرف کو چھوڑ دیا ہے ان مثالوں میں اور زیر بحث مسئلہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ ان مثالوں میں یہ عرف قواعد شرعیہ فقہیہ اتفاقیہ کے خلاف ہے، جبکہ زیر بحث مسئلہ میں عرف، قاعدہ شرعیہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ کئی جبالِ علم اور ماہرین کی تحقیق کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس عرف کو مزعومہ غیر یقینیہ اور غیر اتفاقیہ بات کی وجہ سے رد کرنا زبردستی سی معلوم ہوتی ہے۔

﴿ ثانیاً ﴾ : اس کو مفروضہ کہنا بداہت کے خلاف ہے۔ جس کی گواہی ہر ذی عقل وفہم کا دل ضرور دیتا ہے۔ وہ لوگ جو ان مناظر کو شرائط کے تحت جائز سمجھ کر دیکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دیکھنے کے بعد دل سے یہ آواز آتی ہے کہ تو نے کوئی اچھا کام نہیں کیا اور ایک نحوست سی محسوس ہوتی ہے۔ جبکہ اصل کی طرح جہادی تربیت کے مناظر کا دیکھنا بھی عبادت ہونا چاہیے۔ اسی طرح علماء اور طلبہ کے عکوس دیکھنا اصل کی طرح کارِ ثواب ہونا چاہیے اور عبادت و کارِ ثواب سے دل میں نور پیدا ہونا چاہیے نہ کہ ظلمت۔

﴿ ثالثاً ﴾ : یہ کہنا کہ محققین اسے تصویر کی بجائے عکس کہتے ہیں اور مارشل برین نے اس کو امیج [Image] کا نام دیا ہے۔ تو یہ بات کوئی خاص وزن نہیں رکھتی، کیونکہ مارشل برین کوئی محققین کا مجموعہ نہیں ہے۔ کتنے ہی محققین منظر محفوظ کرنے والی سی ڈی کو ویڈیو سی ڈی کا نام دیتے ہیں نہ کہ امیج سی ڈی کا۔ اگر تمام محققین کا اتفاق ہوتا تو اس سی ڈی کا نام امیج سی ڈی ہوتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ امیج کا معنی صرف عکس کرنا انگریزی لغت کے اعتبار سے درست نہیں۔ یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا حقیقی معنی (کاپی کرنا، نقل کرنا) ہے اور مستعمل فیہا معانی یہ بھی ہیں : خیالی تصویر، بت، نقل

Image : Copy ; Likeness ; Picture in the imagination

(Popular Oxford Dictionary , page : 301)

﴿ رابعاً ﴾ : یہ تاویل کرنا کہ عرف میں لفظ تصویر عکس کی جگہ استعمال ہوتا ہے، یہ بھی باطل

ہے اور بداہت کے خلاف ہے۔ کوئی بھی اس کو آئینہ کے عکس کی طرح نہیں سمجھتا۔ اس لیے کبھی کسی نے دیکھنے کے لیے یہ عذر پیش نہیں کیا کہ یہ آئینہ کے عکس کی طرح ہے، جبکہ اس کے سوا مختلف قسم کے اعذار پیش کیے جاتے ہیں کہ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں، بچے باہر جانے سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور غلط ماحول سے حفاظت ہو جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ نیز آج تک ٹی وی گھر میں لا کر کسی نے کسی سے یہ بات نہیں سنی ہوگی کہ میں نے آئینہ کی طرح عکوس کا آلہ لایا ہے۔

اگر محققین اور عرف اس منظر کو عکس سمجھتے تو ٹیلی ویژن کا نام آلۂ عکوس ہوتا اور انگریزی میں اس کا نام ٹیلی امیجز (Tele images) ہوتا، ٹیلی ویژن نہ ہوتا۔

﴿سائنس کیا کہتی ہے؟﴾

﴿ **اولاً** ﴾: تو اس مسئلہ کا مدار سائنسی تدقیقات پر نہیں بلکہ عرف وعادت پر ہے، اور عرف و عادت کے اعتبار سے یہ بات پہلے تفصیل سے گزر چکی ہے کہ عرف میں اس کو تصویر ہی سمجھا جاتا ہے۔

حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تصویر ہونے نہ ہونے کا اعتبار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی وفنی تدقیقات پر اور عرفِ عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے شریعت نے صبح صادق اور طلوع وغروب کا علم کسی دقیق علم وفن پر موقوف نہیں رکھا، ظاہری وسہل علامات پر رکھا ہے''۔ (احسن الفتاوی ۸۹/۹)

اشکال: کسی حکم شرعی کی بنیاد کسی سائنسی تحقیق پر رکھنا اور بات ہے اور کسی سائنسی ایجاد کے بارے میں اس کے ماہرین سے اس ایجاد کی حقیقت معلوم کر کے اس کا حکم شرعی معلوم کرنا اور بات ہے۔ اگر سوال کا مقصد پہلی صورت ہے تو اس سے انکار نہیں اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ تسلیم نہیں۔

جواب: جو چیز عرف وعادت سے ثابت اور متعین ہو جائے اس کے خلاف کسی مضبوط اور سو فیصد یقینی دلیل کے بغیر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ کو اہلِ فارس اور اہلِ

روم کے ہاں ''غیلہ'' کا عام عرف و عادت کا بے ضرر ہونا معلوم ہوگیا تو آپ ﷺ نے اپنے ارادے اور فیصلے (جو وحی پر مبنی نہیں تھا) کو چھوڑ دیا اور غیلہ کی اجازت دی۔ اسی طرح ''تأبیر النخل'' کی صورت میں جب عام عادت وعرف سے پتہ چل گیا کہ یہ عمل سب کرتے بھی ہیں اور فائدہ مند بھی ہے تو آپ ﷺ نے اپنی رائے جو وحی پر مبنی نہ تھی، چھوڑ دی اور ''تابیر النخل'' کی اجازت دے دی۔

زیرِ نظر مسئلہ میں جب قدیم سے یہ بات چلی آرہی ہے کہ جاندار کی وہ شبیہ جو انسانی صنعت و اختیار کے بعد وجود میں آتی ہے جیسے مجسمہ اور تصویر، حرام ہے۔ اور اسکرین پر آنے والا منظر بھی انسان کی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آتا ہے لہٰذا یہ اس قدیم ایجاد کا ایک حصہ ہے اور شبیہ محرم میں داخل اور حرام ہے۔ اس کو نئی ایجاد جیسے مکبر الصوت، ٹیلیفون، وائرلیس وغیرہ کی طرح سمجھ کر دو شقیں بنانا اور پھر اسکرین کے اس منظر کو جدید ایجاد میں داخل کرنا ہرگز درست نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

''اس بحث میں سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بُت تراشا جائے، بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعے تصویریں تیار ہوتی ہیں، خواہ وہ آلاتِ قدیمہ کے ذریعہ ہو یا آلاتِ جدیدہ فوٹو گرافی یا طباعت وغیرہ سے، کیونکہ آلات و ذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی، احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے، اس لیے جیسے قلم ذریعۂ تصویر کشی ہے، ایسے ہی طباعت اور آلاتِ فوٹو گرافی ذریعۂ تصویر سازی ہیں، بلکہ بلا واسطہ آلہ کے تو کوئی تصویر بھی نہیں بنتی، کیا قلم آلہ نہیں ہے؟ پھر آلات کے احکام مختلف ہونے کے کوئی معنی نہیں، اس بیان سے مسائل ذیل مستفاد ہوتے ہیں۔

مسئلہ : جیسے قلم سے تصویر بنانا ناجائز ہے ایسے ہی فوٹو سے تصویر بنانا یا پریس پر چھاپنا یا

سانچہ اور مشین وغیرہ میں ڈھالنا یہ بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ : وہ چیزیں جو غیر ذی روح نباتات یا جمادات میں سے ہیں لیکن ان کی عبادت کی جاتی ہے جیسے شمس وقمر اور ہندوستان میں پیپل کا درخت اور دریائے گنگا وغیرہ، ان کی تصویر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، علامہ شامی رد المحتار میں اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں باقتضائے قواعد اس کو بھی ناجائز فرماتے ہیں، علامہ شامی کی عبارت کی یہ ہے :

او بغير ذی روح لا يكره لا نها لا تعبد (در مختار) فان قيل عبد الشمس والقمر والكواكب والشجرة الخضراء، قلنا عبد عينه لا تمثاله فعلي هذا ينبغي ان يكره استقبال عين هذه الاشياء معراج ،ای لانها عين ما عبد بخلاف مالو صورها واستقبل صورتها.(الشامية، مكروهات الصلوة ۱/۶۰۷)

مرقاۃ کی عبارت یہ ہے:

واما ما عبد من دون الله ولو كان من الجمادات كالشمس والقمر فينبغي ان يحرم تصويره.(مرقاة ۴/۴۸۶)

لیکن از روئے قواعد علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ زیادہ واضح اور مختار للفتویٰ ہے، اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں، ان کی تصویر بنانا جائز نہیں، اگرچہ غیر ذی روح میں سے ہوں، لیکن جن کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے، مثلاً: چاند، سورج یا پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے، مگر ان کی تصویر کی پرستش نہیں ہوتی، تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر بھی پوجی جاتی ہے اس لیے اس تصویر بنانا اور پاس رکھنا بھی جائز نہیں، اگرچہ وہ بھی غیر ذی روح کی تصویر ہے۔

"لما في رد المحتار والظاهر انه يلحق به الصليب وان لم يكن تمثال ذی روح لان فيه تشبها بالنصاریٰ ويكره التشبه بهم في المذموم وان لم يقصده."

(شامی ۱/۶۰۶،ط :استنبول)

اوراس کی تائیداس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو باب دوم میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی گئی ہے۔

ان رسول ﷺ کان لا یترک فی بیتہ شیئا فیہ صلیب.

(بخاری،ابو داؤد،والنسائی کتاب اللباس)

(تصویر کے شرعی احکام صفحہ ۷۱،۷۳،۷۴)

ہاں! ہر وہ جدید ایجاد جوعرف وعادت کے فیصلوں اور قدیم ایجاد کا حصہ ہونے سے آزاد ہوگی اس کے بارے میں یہ بات بجا ہے کہ ماہرین سے اس کی حقیقت معلوم کر لی جائے، اگر وہ کسی حقیقت پر متفق ہو جائیں تو اس کو سامنے رکھ کر اس کا حکم بتا دیا جائے گا اور اگر خود ماہرین کا اس میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں شاید صحیح بات یہی ہوگی کہ احتیاط کے پہلو کو سامنے رکھ کر اس کا حکم بتایا جائے۔

الحاصل اسکرین پر آنے والا منظر عرف وعادت کے فیصلوں اور قدیم ایجاد کا حصہ ہونے سے:
اولاً : چونکہ آزاد نہیں لہٰذا اس میں تشقیق بے جا ہے اور **ثانیاً** : بفرض محال اگر ہم اس کو آزاد تصور بھی کر لیں تو اس میں ماہرین کا شدید اختلاف ہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ اور جامعۃ الرشید وغیرہ متعدد اداروں نے ماہرین سے جو تحقیق کروائی ہے اس کا حاصل ان حضرات کی نظر میں یہ ہے کہ یہ شبیہ محرم اور تصویر ہے۔

نیز امریکی فیڈرل کورٹ نے ایک مقدمہ میں جو فیصلہ دیا ہے اس میں بھی اسکرین پر برقی اشارات کے ذریعہ سے نمودار ہونے والے منظر کو تصویر قرار دیا ہے۔

جبکہ قائلینِ حکمِ عکس خود اس کو عینِ عکس ماننے سے منکر ہیں۔ رہا ان کا تصویر سے انکار کرنا تو یہ انکار شبیہ محرم اور شبیہ مباح میں بنیادی فرق صنعت واختیار کو نہ سمجھنے پر مبنی ہے، اس لیے اس کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔

﴿ ثانیاً ﴾ : اگر اس کا مدار سائنسی تحقیق پر بھی رکھا جائے تو درج ذیل دو وجوہ کی بناء پر وہ بھی پوری طرح مجوزین کے لیے مفید نہیں:

(۱) متعدد اداروں کا کہنا ہے کہ ہم نے ماہرین سے جو تحقیق کروائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اسکرین پر آنے والا منظر شبیہ محرم اور تصویر ہے۔

آخر میں ان ماہرین کی تحقیقی رپورٹ پر مبنی تفصیلات جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے حوالے سے پیش کی جائے گی۔

(۲) شبیہ محرم اور شبیہ مباح میں بنیادی فرق صنعت واختیار اور تصرف کے ہونے نہ ہونے کا ہے۔اسکرین کا یہ منظر اس بنیادی وجہ میں جس کے ساتھ شریک ہوگا اسی کا حکم دیا جائے گا۔

اب ہم سائنس سے پوچھتے ہیں کہ اسکرین پر آنے والا منظر اس بنیادی فرق میں کس کے ساتھ شریک ہے؟ تو سائنس کہتی ہے کہ یہ تصویر کے ساتھ شریک ہے کیونکہ جس طرح تصویر اور شبیہ محرم انسانی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آکر انسانی تصرفات سے آزاد نہیں ہوتی اسی طرح یہ منظر بھی ہے کہ انسانی صنعت واختیار کے بعد وجود میں آتا ہے اور انسانی تصرفات کے تابع ہوتا ہے۔کیونکہ تصاویر کے رنگ وروغن میں اور منظر کو مزید خوشنما یا بدنما بنانے میں انسان اس میں تصرف کرتا رہتا ہے۔ کما لا یخفی

﴿ ثالثاً ﴾ : اگر ان حضرات کی سائنسی تحقیق کو بھی مان لیا جائے تو سائنس کا جواب یہ ہوگا کہ جس طرح ایک شاگرد کسی استاذ سے تصویر سازی اور منظر کشی کی تعلیم حاصل کر کے اس تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر کسی منظر کو بنا کر دکھانے کی قدرت رکھتا ہے اسی طرح سائنس/ سائنسی آلات بھی منظر دیکھ کر ایسی صلاحیت اور قابلیت حاصل کر لیتے ہیں کہ جب چاہے اس قابلیت کی بنیاد پر بعینہ اسی منظر کو یا اس میں کچھ کمی وبیشی کر کے اسکرین پر بنا کر دکھا سکتے ہیں، البتہ اس تصویر سازی کا گناہ سائنسی آلات کو نہیں ہوگا کیونکہ وہ بے اختیار ہیں۔ گناہ اس متسبب مختار شخص کو ہوگا جس نے اُسے چلایا ہے جبکہ پہلی صورت میں چونکہ بنا کر دکھانے والا خود فاعل مختار ہے جس کی طرف براہ راست

تصویر سازی کی یہ نسبت درست ہے، لہٰذا گناہ بھی اسی کو ملے گا۔

رہی یہ بات کہ یہ آلات ایک منٹ میں درجنوں بار تصویر بناتے اور مٹاتے ہیں، تو دو وجہ سے یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں جس کی بناء پر سائنس کا یہ عمل تصویر سازی سے خارج ہو جائے:

(۱) قیامِ تصویر کے لیے کسی کتاب میں امتدادِ وقت کی کسی مقدار کا شرط ہونا مذکور نہیں (یعنی یہ شرط نہیں کہ اتنی دیر تک باقی رہ کر نظر آئے تو تصویر ہے ورنہ نہیں) پس تصویر سازی کے لیے تصویر کا اس طور پر بنانا کہ اصل کے تابع نہ رہے خواہ ایک لمحہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو، کافی ہے۔

یہ کہنا کہ ''وہ ہر لمحہ فنا ہو کر دوبارہ بن رہا ہوتا ہے'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بننے کو تو سب مانتے ہیں اور ایسی صورت میں ایک منٹ کے اندر ایک تصویر بنانے کے بجائے درجنوں تصاویر بنانے کا گناہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا:

''اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ مٹ جاتی ہے پھر بنتی ہے یہی عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے اس میں تو اور زیادہ قباحت ہے کہ بار بار تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے''۔ (احسن الفتاوی ۸۹/۹)

(۲) اتنی کثرت سے بنانا کہ بادی النظر میں وہ مسلسل تصویر کی طرح نظر آ رہا ہو، کو بھی حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی نے تصویر قرار دیا ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله : أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه) تعميم بعد تخصيص ، و هل مثل ذلک ما لو كانت مثقوبة البطن مثلاً و الظاهر أنه لو كان الثقب كبيرا يظهر به نقصها فنعم و الا فلا ، كما لو كان الثقب لوضع عصا تمسک بها كمثل صور الخيال التي يلعب بها لأنها تبقى معه صورة تامة تأمل. (الشامية ، كتاب الصلوة ۲ / ۵۰۴)

اب ایک بات رہ جاتی ہے کہ یہ مٹنا ایسا نہیں ہوتا کہ آلہ نے اس کو مٹا دیا بلکہ خود بخود مٹتا چلا جاتا ہے۔ تو یہ بات بھی کچھ ایسی خاص وزنی نہیں، کیونکہ اگر کوئی ہاتھ کے ذریعہ سے ایسی سیاہی کی مدد سے تصویر بنا دے جو تھوڑی دیر میں خود بخود سیاہی اڑ کر ختم ہو جائے، تو کیا ایسی سیاہی سے تصویر بنانا

جائز ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اس کو کوئی بھی جائز نہیں کہے گا اور دونوں میں جلدی اور تاخیر سے مٹنے کے فرق کو مدارِ حکم بنانا درست نہ ہوگا۔

مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ کا جواب اور اس پر بعض اعتراضات کے جوابات

ویڈیو کیمرہ کی مدد سے بنائی گئی تصویر کے بارے میں کیے گئے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: اس بارے میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) ویڈیو کیمرے سے کسی بھی تقریب کی منظر کشی کا عمل تصویر سازی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جیسے قدیم زمانے میں تصویر ہاتھ سے بنائی جاتی تھی پھر کیمرے کی ایجاد نے اس قدیم طریقہ میں ترقی کی اور تصویر ہاتھ کی بجائے مشین سے بننے لگی جو زیادہ سہل اور دیرپا ہوتی ہے۔ اب اس عمل میں نئی نئی سائنسی ایجادات نے مزید ترقی اور جدت پیدا کی اور جامد وساکن کی طرح اب چلتی پھرتی دوڑتی بھاگتی صورت کو بھی محفوظ کیا جانے لگا۔

یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کو قرار و بقاء نہیں۔ اگر اس کو بقاء نہیں تو وہ ٹی وی اسکرین پر چمکتی دمکتی اچھلتی کودتی نظر آنے والی چیز کیا ہوتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ وہی تصویر ہے جو کسی وقت لے کر محفوظ کرلی گئی تھی، صرف اتنی بات ہے کہ کیسٹ کی پٹی میں ایسی فنی جدت سے کام لیا گیا کہ دیکھنے میں پٹی خالی نظر آتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ تصویر مٹ کر معدوم نہیں ہوئی ورنہ وی سی آر پر دوبارہ کیسے ظاہر ہوسکتی؟

(۲) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ مٹ جاتی ہے اور پھر بنتی ہے، یہی عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے تو اس میں تو اور زیادہ قباحت ہے کہ بار بار تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے۔

(۳) اس کو عکس کہنا بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ عکس اصل کے تابع ہوتا ہے، اور یہاں اصل کی موت کے بعد بھی اس کی تصویر باقی رہتی ہے۔

(۴) اگر عدم بقاء یا اس کا عکس ہونا تسلیم کر لیا جائے تو عوام اس دقیق فرق کو نہیں سمجھتے، اس کی گنجائش دینے سے ان میں تصویر سازی کی لعنت کے جواز کی اشاعت اور خوب تبلیغ ہوگی، اور واقعی ومتفق علیہ تصویر کو بھی جائز سمجھنے کا مفسدہ پیدا ہوگا۔

(۵) تصویر ہونے نہ ہونے کا مدار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی وفنی تدقیقات پر، اور عرفِ عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے، جیسے شریعت نے صبح صادق اور طلوع وغروب کا علم کسی دقیق علم وفن پر موقوف نہیں رکھا، ظاہری وسہل علامات پر رکھا ہے۔

(٦) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عوام بار بار فرق کا اعلان کرنے سے سمجھ گئے ہیں یا سمجھ جائیں گے تو بھی اس میں عام تصویر سے کئی گنا بڑھ کر مفاسد پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند ایک اوپر بیان کیے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ اس کے عام استعمال وابتلاء کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے نہ کہ قلیل کالعدم استعمال کے پیش نظر۔

ماضی قریب کے بعض ملحد وگمراہ مفکرین نے سینما دیکھنے کو یہ کہہ کر جائز قرار دیا تھا کہ یہ سینما ہال میں اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورت تصویر نہیں عکس ہے، اس سے نوجوان نسل کو عریاں وفحش فلمیں دیکھنے کی جو ترغیب وتشجیع ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، وہ ایک ناجائز وحرام فعل کو جائز سمجھ کر بے محابا کرنے لگے، اب یہی حال بعض علماء کی اس نئی تحقیق کا ہے کہ ویڈیو تصویر کو چونکہ قرار وبقاء نہیں اس لیے یہ تصویر نہیں، اس سے وہ افراد جو ٹی وی وغیرہ کو ناجائز سمجھ کر اس سے گریزاں وترساں تھے، ان کو اس گنجائش سے کھلی چھٹی مل گئی اور وہ جائز ومنکرات سے پاک مناظر کو دیکھنے کے بہانے رفتہ رفتہ ہر غلط پروگرام، رقص وسرور اور عریانی وفحاشی کے مناظر دیکھنے میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس کا محض امکان نہیں بلکہ وقوع ہے کہ بعض بظاہر دیندار لوگوں نے مسلمانوں کی مظلومیت اور جہاد کے مناظر دیکھنے دکھانے کے بہانے ٹی وی اور وی سی آر خریدا اور پھر ہر فحش ڈرامہ اور فلم دیکھنے کے عادی ہو گئے، اس طرح نوجوان نسل دنیا وآخرت کی تباہی کا شکار ہو رہی ہے اور بعض مخلص دینی

جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے منسلک نوجوان اپنے اندر دین و جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے بے راہ روی اور غلط روش کا شکار ہورہے ہیں، جس سے دین و جہاد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

اللھم انا نعوذ بک من شرور الفتن ما ظھر منھا و ما بطن ، أنت العاصم و لا ملجأ و لا منجأ منک الا الیک ، و اللہ سبحانہ و تعالیٰ أعلم

(احسن الفتاوی ۹ / ۸۸)

اعتراض : ''ظاہر نظر میں اچھلتی کودتی زندہ تصویر نظر آتی ہے لہٰذا یہ منظر تصویر سے بھی ایک قدم آگے ہے'' کوئی وزنی بات نہیں کیونکہ اگر کوئی حقیقت کسی دوسری حقیقت سے مختلف ہو تو صرف ظاہری اعتبار سے اس کی طرح ہونے یا اس حقیقت سے ظاہری اعتبار سے ایک قدم آگے ہونے کی وجہ سے یعنی ظاہری مشابہت کی وجہ سے ایک پر دوسرے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، بلکہ شریعت........اصل حقیقت کے اعتبار سے ہی حکم لگاتی ہے۔

جواب : ﴿ **اولاً** ﴾ : یہ تفصیل زیر نظر مسئلہ میں تو چل ہی نہیں سکتی کیونکہ یہاں صرف ظاہری مشابہت نہیں بلکہ تصویر اور منظر دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تصویر کی حقیقت مضاہاۃ اور پائیداری و بقاء یعنی صنعت و اختیار پر مبنی ہے، اور اس بنیادی حقیقت میں یہ اسکرین پر نظر آنے والا منظر بھی تصویر کے ساتھ پورے طور پر شریک ہے۔

البتہ اعتراض میں بیان کردہ تفصیل اشبہ بالعکس ہونے کے دلائل میں چلتی ہے، کیونکہ اشبہ بالعکس کے سلسلے میں بیان کردہ تمام دلائل سے صرف ظاہری مشابہت ثابت ہورہی ہے، حقیقت جن اجزاء پر مبنی ہے ان میں سے کسی ایک جزء میں بھی مشابہت نہیں۔ لہٰذا اس کو عکس کا حکم دینا جائز نہ ہوگا، بلکہ حقیقت کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ شبیہ محرم اور تصویر ہے اس کا بنانا اور دیکھنا دونوں حرام ہیں۔

﴿ **ثانیاً** ﴾ : وہ امور جن کا تعلق دیانات سے ہے معاملات سے نہیں، اس میں ظاہری مشابہت کو بالکلیہ نظر انداز کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

صحیح بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اعتکاف کے دنوں میں ملاقات کے لیے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں، واپسی پر جب آنحضرت ﷺ ان کو گھر تک چھوڑنے کے لیے ساتھ روانہ ہوئے تو مسجد کے دروازے کے پاس ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے دروازے کے قریب آپ ﷺ ان کے ساتھ کھڑے ہو کر گفتگو فرما رہے تھے کہ دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں سے گزرے، انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آگے بڑھے، آپ ﷺ نے انہیں آواز دے کر رکوایا اور فرمایا کہ یہ ''صفیہ بنت حیی'' ہیں، تا کہ وہ جان سکیں کہ آپ ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ گفتگو فرما رہے ہیں، جس پر انہوں نے عرض کی کہ سبحان اللہ! یا رسول اللہ (ﷺ)! بھلا آپ کے بارے میں ہمارے دلوں میں کچھ آسکتا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک شیطان تو انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔ (بخاری ۱/۲۷۱، ۲۷۲، ۴۳۷، ط: قدیمی)

اس قصہ میں اجنبیہ عورت سے گفتگو کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت تھی، حقیقت میں کوئی مشابہت نہ تھی، جس سے بچنے کا آپ ﷺ نے اس قدر اہتمام فرمایا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور قصہ فضل الباری میں فتح الباری کے حوالے سے منقول ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کو زمانہ طالب علمی میں دریا کا سفر پیش آیا، امام صاحب کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں، دوران سفر ایک شخص حسن عقیدت سے پیش آیا اور راہ و رسم قائم کر لی، امام صاحب نے اس سے اپنی اشرفیوں کا ذکر کر دیا، ایک دن صبح ہی اس شخص نے شور و غل مچانا شروع کر دیا لوگوں نے متعجب ہو کر اس آہ و بکا کا سبب دریافت کیا تو بولا: میرے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی تھی، آج وہ میرے سامان میں نہیں ہے، تفتیش کے لیے جہاز والوں کی تلاشی لی جانے لگی، امام صاحب نے یہ دیکھ کر تھیلی سمندر میں ڈال دی، امام صاحب کی تلاشی بھی لی گئی جب کسی مسافر کے سامان سے وہ تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے اس شخص کو اس حرکت پر شرمندہ کیا، جب سفر ختم ہو گیا اور

جہاز کے تمام مسافر اتر گئے تو تنہائی میں وہ شخص امام بخاری رحمہ اللہ تعالی سے ملا اور اشرفیوں کے بارے کہنے لگا کہ آپ نے اشرفیوں کی جس تھیلی کا مجھ سے ذکر کیا تھا، وہ کہاں ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا تھا، اس نے کہا: اتنی بڑی رقم کو برباد کرنے کے لیے آپ کیسے آمادہ ہوئے اور اس کا ضیاع کس طرح برداشت کیا؟ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: میری پوری زندگی سید الکونین ﷺ کی احادیث کی تدوین وترتیب میں گزر گئی اور اب میری ثقاہت اور دیانت اور پاکیزگی ضرب المثل بن گئی ہے تو جو دولت میں نے زندگی کی بہاروں اور عمر عزیز کے گراں قدر لمحات کو گنوا کر حاصل کی ہے، چوری کا شبہہ اپنے اوپر لے کر اسے کیسے لٹا دیتا۔ (فضل الباری ۱/۵۵)

اور یہی اصول حدیث میں سے ایک اصل ہے کہ متہم بالکذب وغیرہ کی حدیث بھی مقبول نہیں۔

قال ابن الحجر : اما أن يكون لكذب الراوى أو تهمته بذلك

(شرح شرح نخبة الفكر : ۴۳۰ ،ط: قديمى)

اسی طرح اس قولی حدیث ﴿ **اتقوا مواضع التهم** ﴾ سے یہ قاعدہ مستنبط ہوسکتا ہے کہ جس کا ظاہر گناہ کے ظاہر سے مشابہ ہو اور اس کے اختیار کرنے سے تہمت لگنے کا خطرہ ہو تو اس سے بھی بچنا چاہیے۔

تنبیه : یہ حدیث اگر چہ لفظاً ثابت نہیں لیکن معنیً صحیح ہے۔ اسی معنیٰ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر مروی ہے : **من سلك مسالك الظن أتهم، و رواه الخرائطى فى مكارم الأخلاق مرفوعا. (كشف الخفاء ۱ / ۳۷،ط: دار الكتب العلمية، بيروت)**

عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: كان عتبة بن أبى وقاص عهد الى أخيه سعد بن أبى وقاص أن ابن وليدة زمعة منى فاقبضه اليك، فلما كان عام الفتح أخذه سعد فقال: انه ابن أخيه، و قال عبد بن زمعة: أخى، فتساوقا الى رسول الله ﷺ فقال سعد: يا رسول الله! ان أخى كان عهد الى فيه، و قال عبد بن زمعة: أخى

و ابن وليدة أبي ولد على فراشه، فقال رسول الله ﷺ: هو لک يا عبد بن زمعة، الولد للفراش و للعاهر الحجر، ثم قال لسودة بنت زمعة: احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة فما رآها حتى لقي الله،متفق عليه. (المشكوة : ۲۸۷)

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پردہ کا حکم دینا یہ بھی صرف ظاہری مشابہت کی بناء پر تھا ورنہ حقیقت میں ''الولد للفراش و للعاهر الحجر'' کے قانون کے مطابق ان کا بھائی تھا۔

﴿ ثالثاً ﴾: کچھ حضرات نے بینکنگ کی بعض صورتوں کا ذکر کیا ہے کہ صورۃً سودی بینکنگ کے مشابہ ہیں اور حقیقۃً فرق ہے۔ یہ بھی خوش فہمی کی بات ہے۔ کیونکہ متعدد علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان کے صرف الفاظ شرعی ہیں، معنی اور حقیقت میں سود ہے۔ اور اس کی مثال بعینہ اس طرح ہے جیسے گدھے کو حلال جانوروں کے ناموں سے حلال کرنے کی کوشش کی جائے، ظاہر ہے کہ ناموں سے حلال نہیں ہوگا جب تک نمک کی کان میں مرکر کچھ عرصہ گزار کر اپنی حقیقت سے دست بردار نہ ہوجائے۔

مثلاً لزوم و التزام کے الفاظ استعمال کر کے یہ کوشش ضرور کی ہے کہ لزوم کو کسی طرح التزام میں داخل کر کے حلال کر دیا جائے، جبکہ نہ تو ان الفاظ سے وہ اس میں داخل ہوا ہے اور نہ ہی کوئی اس کو داخل سمجھتا ہے۔

التزام کی حقیقت دیانات میں تو مسلم ہے کہ ایک آدمی یہ کہہ دے کہ میں نماز میں کوتاہی یا غیبت کروں تو میں اتنا صدقہ کروں گا، لیکن معاملات میں جہاں انسان اپنے آپ کو ادا کرنے پر کسی قانون کے دباؤ میں مجبور سمجھتا ہو، وہاں التزام کا لفظ تو ہوگا مگر اس کی حقیقت نہ ہوگی۔ لہٰذا بقول بعض کے ظاہری الفاظ اور تحریر پر حکم لگانے کے بجائے، حقیقت پر حکم لگانا چاہیے۔

تنبیہ ۱ : اس مسئلہ کی مالہا و ماعلیہا تفصیلات ہماری کتاب ''غیر سودی بینکاری، ایک منصفانہ علمی جائزہ'' میں ملاحظہ ہوں۔

تنبیہ ۲ : حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب کی جن دوسری شقوں پر بعض نے اعتراضات کیے ہیں، ان کے جوابات تفصیل سے گذشتہ صفحات میں گزر

چکے ہیں۔

﴿بعض تسامحات کی نشاندہی﴾

نمبر (۱) : سود حرام لعینہ ہے اس کے باوجود اس کی مشابہت سے بچنا شرعاً فرض و واجب نہیں صرف افضل و اولی ہے۔

جواب : یہ ایک تسامح ہے کیونکہ شبہہ ربوا کی ممانعت ربوا ہی کی طرح ہے۔

فتحقق شبهة الربوا و هي مانعة كالحقيقة. (الهداية ۳ / ۸۳، ط: رحمانيه)

البتہ شبہۃ شبہۃ ربوا کا حکم حقیقت ربوا کی طرح نہیں۔

فتنزل الشبهة فيه الى شبهة الشبهة و هي غير معتبرة .

(الهداية ۳/ ۸۴، ط رحمانيه)

اسی طرح سماع موتی جو ذریعۂ شرک ہے، عوام کے سامنے ان کو شرک سے بچانے کے لیے اس کا انکار کرنا ضروری ہے۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ’’البتہ عوام کا سا اعتقاد و اثبات کہ اس کو حاضر و ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں، یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع کے نہ ہو سکے تو انکارِ سماع واجب ہے‘‘۔

(التكشف عن مهمات التصوف :۳۹۲، کتب خانہ مظہری)

نمبر (۲) : ذریعہ کا ذریعہ سببِ بعید ہے جو فی نفسہ ناجائز نہیں جیسا کہ...... بدنظری سداً للذرائع ناجائز ہے جبکہ گھر سے نکلنا جو کہ بدنظری کا ذریعہ بنتا ہے وہ ناجائز نہیں کیونکہ یہ ذریعہ کا ذریعہ ہے، اور ذریعہ کا ذریعہ سبب بعید ہے اس لیے ناجائز نہیں۔

جواب : یہ بھی ایک تسامح ہے کیونکہ ہر ذریعہ کے ذریعہ کو سببِ بعید کہہ کر اس کے جائز ہونے کا فتویٰ، نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے ” باب من اطلع في

بیت قوم ففقئوا عینه فلا دیة له" (البخاری ۲ / ۱۰۲۰) قائم کر کے اس مضمون کی کئی احادیث کو ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے گھر میں جھانکنا بہت بڑی معصیت ہے حالانکہ یہ بدنظری کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح بدنظری کے ماحول میں جا کر سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنا بدنظری کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ اور حدیث:

عن علی ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: لا تتبع النظرة النظرة فان الأولى لک و الآخرة علیک (سنن الدارمی: ۸۹۱، ط: دار المعرفة، بیروت)

اس کے ساتھ خاص ہے کہ جہاں آپ کو ظن غالب یہ ہو کہ کوئی نامحرم نہیں ہے، اس وقت اگر اچانک کوئی خاتون سامنے آجائے اور نظر پڑ گئی تو معاف ہے اور جہاں آنے کا ظن ہو وہاں نظر اٹھا کر دیکھنا ہی جائز نہیں، لہٰذا پہلی نظر بھی معاف نہیں۔ اسی طرح شرعی پردہ فرض ہے، جبکہ بے پردگی حرام ہے جو ذریعہ ہے شہوة کا جو کہ ذریعہ ہے زنا کا۔

ماہرینِ فن کی آراء کی روشنی میں

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے علماء کرام کی تحقیقی کاوش

".........جدید دور میں کیمرہ کی مدد سے تصویر سازی کا طریقہ جب رائج ہوا تو اس کے تیکنیکی اور فنی نظام کا جائزہ لینے کے بعد ہی حتمی رائے قائم کی جانا ممکن تھا، لہٰذا تحقیق کی گئی اور تحقیق کے بعد جو بات واضح ہوئی وہ نذر قرطاس ہے۔

کیمرہ کے ذریعہ بنائی جانے والی تصاویر کے دو طریقے یا نظام ہیں:

(۱) قدیم نظام جس کو اینالوگ سسٹم (غیر عددی نظام) کہتے ہیں۔

(۲) جدید نظام جس کو ڈیجیٹل سسٹم (عددی نظام) کہتے ہیں۔

(۱) اینالوگ سسٹم (غیر عددی نظام):

اینالوگ سسٹم میں تصویر سازی کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ کسی واقعی منظر کے عکس کا ایک پائیدار نقش کسی سطح مثلاً کیمرہ کی ریل کے فیتے، یا کسی پلاسٹک یا منعکس ہونے والی ساخت کی سطح پر محفوظ کرلیا جاتا ہے، جس کو بعد میں نیگیٹیو میں دیکھا جاسکتا ہے اور اس کے بعد مخصوص کیمیائی عمل سے گزار کر مخصوص کاغذ پر اصل منظر کے مثل نقش کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جن کیمروں میں ریل استعمال کی جاتی ہے ان سے حاصل کردہ تصاویر اسی نظام کے تحت بنائی جاتی ہیں۔

(۲) ڈیجیٹل سسٹم (عددی نظام) :

(۱) ڈیجیٹل سسٹم میں تصویر سازی کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جس منظر کو محفوظ کرنا یا دکھایا جانا مقصود ہوتا ہے، منظر کو اخذ کرنے والا اس منظر کے اندر موجود، رنگوں کی روشنی کی لہروں کو، برقی لہروں میں تبدیل کرتے ہوئے وصول کرنے والے آلے کی طرف ارسال کرتا ہے۔

(۲) پھر وصول کرنے والا آلہ (ریسیور) ان برقی لہروں کا ترجمہ ان کی قوت کی نشاندہی کرنے والے ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد کی صورت میں ایک مسلسل ترتیب کے ساتھ کرتا ہے۔

(۳) اعداد کی صورت میں بھیجے گئے منظر کا ترجمہ کرنے کے بعد کیمرہ میں موجود، سکینر (تقطیع کرنے والا آلہ) اس مکمل منظر پر دلالت کرنے والے اعداد کے مسلسل ترجمے کو سینکڑوں یا ہزاروں مربع خانوں میں تقسیم کردیتا ہے، یہ تقسیم جب تک کیمرہ کے اندر ہو رہی ہوتی ہے یہ غیر حسی ہوتی ہے۔ (البتہ ایک عقلی اور معنوی تقسیم ہوچکی ہوتی ہے)

(۴) ان مربع خانہ میں موجود ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد دراصل بجلی کی اس قوت پر دلالت کرتے ہیں جس سے رنگوں کی ویسی ہی لہریں پیدا ہوں جیسی لہریں اصل منظر کے اس حصہ میں تھیں جس حصہ کی ترجمانی یہ مربع خانہ کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس چوکور خانے میں مطلوبہ رنگوں کے موافق بجلی کی لہروں پر دلالت کرنے والے اعداد وشمار (ایک اور صفر کے جوڑوں) کے

ساتھ یہ ہدایت بھی محفوظ ہوتی ہے کہ اس مربع خانے کے اعداد کے موافق قوت کی برقی لہروں سے روشنی کے رنگوں کی لہروں کو اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ کے کس حصہ پر ڈالا جائے تاکہ اس حصہ پر اصل منظر کے اس حصہ کا مثل منظر ظاہر ہو جس حصہ کے متعلق معلومات پر یہ مربع خانہ مشتمل ہے۔

وہ مربع خانہ جس میں منظر کے متعلقہ حصہ کے رنگوں کے بارے میں معلومات اور منظر کے متعلقہ حصہ کے لیے اسکرین پر متعین مقام کی ہدایت ہوتی ہے، فنی اصطلاح میں پکسل (Pixel) کہلاتا ہے۔

جب مذکورہ بالا عمل کے ذریعہ کسی واقعی منظر کی روشنی کے رنگوں کی لہروں کے ترجمہ پر مشتمل ایک اور صفر کے جوڑوں کے اعداد کے مرتبہ سلسلوں میں بکھری ہوئی معلومات کے اشاروں کو سکینر (تقطیع کرنے والے آلے) کے ذریعہ سینکڑوں یا ہزاروں مربع خانوں (پکسل) کی صورت میں تقسیم کر دیا جاتا ہے تو اس طرح اس منظر کی ایک عددی اور معنوی نقل تیار ہو جاتی ہے، جو اس منظر کے ہر رنگ و روپ (اور آواز پر مشتمل ہونے کی صورت میں آواز) کے ترجمہ پر مشتمل ہوتی ہے۔

اب جبکہ یہ ایک مکمل عددی اور معنوی نقل تیار ہو چکی ہے جو کیمرہ کے عددی محفوظ کرنے کے مقام (ڈیجیٹل اسٹوریج Digital storage) میں محفوظ ہے، اس کو کسی بھی دوسرے عددی محفوظ کرنے کے مقام میں منتقل کر کے اس سے متعلقہ آلے کے ذریعہ دیکھا جانا ممکن ہے۔

محفوظ کرنے کے یہ آلے مختلف قسم کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً فلاپی ڈسک، سی ڈی، ڈی وی ڈی وغیرہ۔

وضاحت : جب کسی منظر کو کسی اسکرین پر ظاہر کیا جانا مقصود ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، کہ کمپیوٹر یا ٹی وی میں موجود ایک چِپ (جس میں لیزر کے ذریعہ کروڑہا بجلی کی قوت کی معلومات کے موافق) بجلی کی لہریں گزاری جاتی ہیں، ان مثبت اور منفی قوت کی بجلی

کے متعلق ہدایات کے موافق بجلی گزارنے سے سوئچ آن یا آف ہوتے رہتے ہیں، ایک اور صفر کے اشاروں کے موافق قوت کی بجلی اس چپ میں سے گزارنے سے سوئچوں کے آن یا آف ہونے سے مطلوبہ رنگوں والی لہریں پیدا ہوتی ہیں، جن لہروں کو مربع خانوں میں دی گئی ہدایات کے موافق اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ (جس میں کروڑہا مسامات ہوتے ہیں) کے مبینہ مقام پر ڈالا جاتا ہے، جب فاسفورس لگی ہوئی شیٹ (سطح) پر مطلوبہ رنگوں کے موافق روشنی کی لہریں ڈالی جاتی ہیں تو اسکرین کا وہ حصہ چمکنے لگتا ہے۔اور اس طرح اسکرین پر ہمیں اصل منظر کا مثل منظر نظر آنے لگتا ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈیجیٹل نظام میں جس محفوظ شدہ منظر کا ترجمہ ایک اور صفر کی جوڑیوں پر مشتمل اعداد کے سلسلے میں کیا گیا ہوتا ہے اس کو دوبارہ ظاہر کرنے کے لیے بھی عددی ترجمہ کو سمجھنے والا آلہ درکار ہوتا ہے۔ جو اس عددی ترجمہ کے اعداد کی ہدایات کے موافق قوت کی بجلی کو چپ میں سے گزار کر سوئچوں کے آن اور آف ہونے کے ذریعہ مطلوبہ رنگوں کی روشنی کی لہروں کو اسکرین کے پیچھے موجود سطح پر ڈال کر اصل منظر کے مثل منظر دوبارہ ظاہر کر سکے۔

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈیجیٹل نظام میں محفوظ شدہ منظر کی حفاظت کا نظام، اینالوگ سسٹم (غیر عددی نظام) کی نسبت زیادہ پائیدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نمی، دھوپ اور گرمی کی حدت اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ جبکہ اینالوگ سسٹم میں منظر کے عکس کو جس پلاسٹک کی شیٹ یا منعکس ہونے والی ساخت پر محفوظ کیا جاتا ہے وہ مذکورہ عوامل سے متاثر ہوتا ہے۔لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ عددی نظام (ڈیجیٹل سسٹم) کی پائیداری غیر عددی نظام (اینالوگ سسٹم) سے بدرجہا قابل اعتماد ہے۔اور یہی خصوصیت ڈیجیٹل نظام کی روز افزوں ترقی کا راز ہے۔

براہِ راست نشر کیے جانے والے اور پہلے سے محفوظ شدہ پروگرام میں فرق

دونوں طریقوں میں اس کے علاوہ کوئی بنیادی اور اساسی فرق نہیں ہے کہ: کسی ریل یا سی ڈی کے

ذریعہ محفوظ شدہ پروگرام کو نشر کرتے وقت اصل منظر عملاً کسی دوسرے مقام پر موجود نہیں ہوتا، جبکہ براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام میں اسی لمحے اصل منظر عملاً کسی دوسرے مقام پر ہوتا ہے۔

لیکن نشر کرتے وقت جو ترتیب اختیار کی جاتی ہے، وہ بہر دو صورت یکساں ہوتی ہے یعنی اصل منظر کے رنگ وروپ کی روشنی کی لہروں کو برقی ذرات میں تبدیل کر کے وصول کرنے والے آلے کو ارسال کرنا، پھر وصول کرنے والے آلے کا ان لہروں کی قوت کا ترجمہ ایک اور صفر کی جوڑیوں پر مشتمل اعداد کی صورت میں کرنا، اور پھر ان اعداد کی ہدایات کے موافق قوت کی بجلی کو چپ میں سے گزار کر سوئچوں کے آن اور آف ہونے کے ذریعہ مطلوبہ رنگوں کی روشنی کی لہروں کو اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ (جن میں کروڑ ہا مسامات ہوتے ہیں) پر ڈالنا تاکہ اس شیٹ کے چمکنے سے مطلوبہ منظر نظر آئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام میں یہ تمام مراحل تقریباً ایک سیکنڈ کے اندر طے ہو جاتے ہیں، جبکہ محفوظ شدہ پروگرام میں اصل منظر کی معلومات کو ایک اور صفر کے اعداد کے سلسلوں میں محفوظ کرنے کی حد تک کارروائی مکمل ہو چکی ہوتی ہے اور دیکھنے کے وقت صرف محفوظ شدہ معلومات کے موافق بجلی کی لہروں سے رنگوں کی لہریں پیدا کر کے متعلقہ منظر دوبارہ پیدا کیا جاتا ہے۔

(۱) چونکہ براہِ راست پروگرام میں اصل منظر عملاً اسی لمحہ کسی دوسرے مقام پر ہوتا ہے، اور اس لمحہ وہی منظر اسکرین پر دکھایا جا رہا ہوتا ہے۔

(۲) اور یہ منظر اسکرین پر ایک سیکنڈ میں ۳۰ / ۶۰ مرتبہ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا بڑا قوی شبہہ ان دونوں باتوں سے اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ براہِ راست نشر کیا جانے والا پروگرام عکس ہے یا عکس کے حکم میں ہے یا اشبہ بالعکس ہے یا اقرب الی العکس ہے۔

اگرچہ بظاہر یہ شبہہ بہت قوی ہے، لیکن دقت نظر سے دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دونوں باتوں کے باوجود بھی براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام بھی تصویر سازی اور انشاء

تصویر میں داخل ہیں، نقل عکس نہیں ہیں۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام میں بھی اصل منظر کی روشنی کے رنگوں کی لہروں کو بعینہا و بجنسہا نقل نہیں کیا جاتا۔ دوسرے لفظوں میں، براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام میں، اسی طرح کلوز سرکٹ کیمرہ میں اور ڈیجیٹل کیمرہ میں بھی، جو منظر ہم دیکھتے ہیں وہ روشنی کے رنگوں کی جن لہروں سے ظاہر کیا جاتا ہے وہ لہریں اصل منظر کی روشنی کے رنگوں کی لہریں نہیں ہوتیں جن کو منتقل کیا گیا ہو (جیسا کہ ایک میل دور منظر کو اگر دس شیشوں آئینوں کے ذریعہ دیکھا جائے، تو ایسی صورت میں اصل منظر ہی کی لہریں ان شیشوں میں سے نفوذ کر کے پار ہوتی ہوئی ہماری نگاہوں کو نظر آتی ہیں) یہی وجہ ہے کہ مذکورہ طریقہ کو نقلِ عکس کہا جاتا ہے، تصویر سازی نہیں کہا جاتا۔

جبکہ براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام میں اصل منظر کی روشنی کی لہروں کو بجنسہا نقل نہیں کیا جاتا، بلکہ ان لہروں کو برقی لہروں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اور اس تبدیلی سے ان لہروں کی ماہیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔ یعنی اب وہ رنگوں کی لہریں نہیں رہیں بلکہ بجلی کی لہریں بن گئی ہیں۔ اس کے بعد کیمرے کا ریسیور (وصول کرنے والا آلہ) ان برقی لہروں کی قوت کا ترجمہ ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد کی صورت میں کرتا ہے، پھر اس ایک اور صفر کے جوڑوں پر مشتمل اعداد کی ہدایت کے موافق بجلی کی لہروں کو چپ میں سے گزار کر سوئچوں کے آن اور آف ہونے سے مطلوبہ رنگوں کی روشنی کی شعاعیں دوبارہ پیدا کی جاتی ہیں جن کو اسکرین کے پیچھے موجود فاسفورس لگی ہوئی شیٹ پر ڈال کر اصل منظر کے مثل منظر کا انشاء کیا جاتا ہے۔ اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ اصل منظر کی روشنی کے رنگوں کی شعاعوں کو نقل نہیں کیا گیا، بلکہ ان شعاعوں کو بجلی کی لہروں میں تبدیل کر کے کیمرہ کے ریسیور (وصول کرنے والے آلے) کی طرف ارسال کیا گیا ہے۔ اور پھر ان بجلی کی لہروں کی قوت کا ترجمہ ایک اور صفر میں کرنے کے بعد وہ مرسلہ بجلی کی لہریں فنا ہو گئیں، اور پھر اس ترجمہ کی مدد سے دوبارہ اسی قوت کی بجلی پیدا کر کے اس سے اصل منظر کی روشنی کے رنگوں

کے مثل رنگوں کی روشنی فاسفورس لگی ہوئی شیٹ پر ڈالی گئی ہے۔ تو یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ تمام کاروائی محض کسی منظر کے عکس کی نقل نہیں ہے بلکہ اس منظر کے مثل منظر کا انشاء ہے جو یقینی طور پر تصویر سازی کے زمرے میں داخل ہے۔

اس کی ایک قوی دلیل یہ ہے کہ براہِ راست دکھائے جانے والے پروگرام میں دکھایا جانے والا منظر اصل منظر سے کسی قدر متفاوت ہوتا ہے، اگر چہ یہ تفاوت اتنا معمولی ہوتا ہے کہ آسانی سے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اصل منظر کے رنگ وروپ کے ترجمہ پر مشتمل ایک اور صفر کی جوڑیوں کے سلسلے کی ہدایت کے موافق بجلی کی لہروں سے رنگوں کی جو لہریں پیدا کی جاتی ہیں ان میں قدرتی اور اصل رنگ سے قدرے تفاوت ہوتا ہے۔

نیز ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ مکمل منظر کی % 100 نقل اور مثل اسکرین پر دکھائی نہیں جاتی بلکہ غیر ضروری اور انتہائی معمولی چیزوں کو ترک بھی کر دیا جاتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس آئینہ میں دیکھے جانے والے عکس میں جو منظر ہوتا ہے وہ بعینہ اصل منظر کی روشنی کی لہروں کا ہی عکس ہوتا ہے جو آئینہ کی سطح پر منعکس ہو کر نظر آتا ہے۔

اور جہاں تک یہ بات ہے کہ براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام میں اصل منظر اسی مقام پر عملا موجود ہوتا ہے تو یہ بات براہِ راست نشر کیے جانے والے پروگرام کو عکس ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں، کیونکہ متفق علیہ تصویر سازی میں بھی جب اصل منظر عملاً موجود ہو تو بھی وہ تصویر سازی ہی رہتی ہے، ہاں یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ اگر اصل منظر ہٹ جائے تو براہِ راست پروگرام میں بھی مزید مناظر پیش نہیں کیے جاسکتے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب براہِ راست پروگرام میں اسی عملی منظر کو دکھایا جانا مقصود ہوتا ہے جو عملاً موجود ہوتا ہے تو اس منظر کی عکاسی روک دینے سے وہ منظر کس طرح دیکھا جانا ممکن ہوگا؟ نیز براہ راست پروگرام میں اگر یہ اصل منظر موجود ہوتا ہے لیکن نشر کیا جانے والا منظر اس اصل منظر کے تابع نہیں ہوتا بلکہ اس ایک اور صفر کی معلومات کے تابع ہوتا ہے جو کیمرہ میں محفوظ ہوتی ہیں، اگر متحرک منظر دکھانا مقصود ہوتا ہے تو دو طریقوں میں

سے کوئی ایک طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس منظر کی مختلف اوضاع اور حالتوں پر مشتمل مختلف تصاویر کو مناسب رفتار اور ترتیب کے ساتھ اسکرین پر سے گزارا جاتا ہے جس سے وہ منظر متحرک محسوس ہوتا ہے، لیکن یہ طریقہ ان تصاویر میں ہوتا ہے جو ایک ہی ٹکڑے میں بنی ہوئی ہوں، جیسا کہ قدیم نظام اینالوگ سسٹم میں ہوتا تھا۔

جو تصاویر ہزاروں خانوں میں تقسیم ہو کر بنی ہوں جیسا کہ ڈیجیٹل سسٹم میں ہوتا ہے ان میں متحرک منظر دکھانے کے لیے مستقل تصاویر کو مخصوص رفتار اور ترتیب کے ساتھ اسکرین پر ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ تصویر کے جس حصہ میں حرکت دکھائی جانی مقصود ہوتی ہے اس حصہ کے مقام پر روشنی کی لہروں میں مطلوبہ تبدیلی لائی جاتی ہے اور باقی منظر اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔ گذشتہ سطور میں ذکر کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر براہ راست نشریات میں اصل منظر عملاً کسی دوسرے مقام پر ہو اور اصل منظر کے سامنے سے کیمرہ کے رخ کو ہٹانے سے اصل منظر نظر آئے، تاہم اس سے براہ راست نشریات کا عکس ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ جب مقصود ہی اس اصل منظر کی تصویر ہی ہے جو عملاً اس وقت موجود ہے تو اس منظر سے آلۂ تصویر سازی کے ہٹ جانے سے اصل منظر کی تصویر کیونکر بن سکے گی؟ جس طرح آئینے سے جس منظر کا دیکھنا مقصود ہو آئینہ کے اس کے سامنے سے ہٹالینے سے وہ منظر بھی نظر نہیں آتا، اس کے علاوہ یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ ٹی وی یا مانیٹر کی اسکرین پر متحرک نظر آنے والا منظر جس میں ایک سیکنڈ میں ۳۰/ ۶۰ مرتبہ تبدیلی ہوتی ہے، وہ بھی استقرار سے خالی نہیں ہے، اگرچہ یہ استقرار بہت معمولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عدم استقرار ذاتی نہیں ہے بلکہ یہ عدم استقرار درحقیقت اس کیمرہ کے خودکار نظام کی طرف مضاف ہے جس میں ایک سیکنڈ میں ۳۰/ ۶۰ مرتبہ منظر تبدیل کرنے کی ہدایت موجود ہے اور اس خودکار نظام کو چلانے والے نے جب چلایا تو اس کی ہدایت کے موافق منظر آتا رہا اور ختم ہوتا رہا اور ختم ہونے والے مقام پر اس کا اثر ذہنوں کے اندر سے زائل ہونے سے پہلے دوسرا منظر

آتا رہا، اس طرح درحقیقت ایک ٹھہرا ہوا منظر ہمیں اس طرح متحرک نظر آتا ہے کہ سابقہ منظر کا خیال ذہن سے زائل ہونے سے پہلے ہی دوسرا منظر آتا ہے (ایک نظر ذہن میں غائب ہونے کے بعد بھی) ١٦/١ سیکنڈ تک رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر پروگرام کو پیش کرنے والا اسکرین کے مختلف حصوں پر روشنی کی لہروں میں تبدیلی کرنے والے نظام کو روک دے تو یہ تصویر ساکن ہو جائے گی۔

براہ راست نشر کیے جانے والے پروگرام کے متعلق یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اصل منظر کے قیام پر موجود ڈیجیٹل کیمرہ کے ذریعہ حاصل کی گئی روشنی کے رنگوں کی لہروں کو برقی ذرات میں تبدیل کر کے ایک مصنوعی مواصلاتی سیارے پر بھیجا جاتا ہے جس میں ان معلومات کی ایک نقل محفوظ کر کے ان کو دوبارہ اصل منظر کے مقام پر موجود کیمرہ کے ارسال کرنے والے آلے کی طرف بھیجتا ہے اس تصدیق کے لیے کہ آیا یہی وہ معلومات ہیں جو اس آلہ نے مواصلاتی سیارے کو ارسال کی ہیں؟ اور کیا اس میں فضا میں بکھری ہوئی دیگر ہزاروں لہروں میں سے کسی لہر کی آمیزش تو نہیں؟ اس کے بعد جب معلومات کے درست ہونے کی صورت میں کیمرہ کا آلہ وہ معلومات مواصلاتی سیارے کو تصدیق کر کے دوبارہ بھیجتا ہے تو مواصلاتی سیارہ برقی ذرات کی شکل میں ان معلومات کو متعلقہ مرکز نشریات کی طرف ارسال کر دیتا ہے۔ چنانچہ مرکز نشریات مذکورہ بالا مخصوص مراحل پر مشتمل طریقۂ کار سے گزر کر اس منظر کو نشر کر دیتا ہے۔ بعض اوقات مواصلاتی سیارے اور کیمرے ارسال کرنے والے آلے کے درمیان تصدیق کے لیے معلومات کا یہ اخذ و ارسال ٨ مرتبہ تک بھی ہوتا ہے اور عام طور پر اس کا دورانیہ ایک سیکنڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ مرکز نشریات میں پروگرام کے دورانیے میں دکھائے جانے والے منظر کو زیادہ واضح اور خوشنما بنانے کی غرض سے ایک پروگرام انجینئر ہر وقت موجود رہتا ہے جو ارسال کی گئی تصویر کی معلومات میں تبدیلی حسب منشاء و حسب ضرورت کرتا رہتا ہے، جس میں رنگوں کو گہرا یا مدھم کرنا شامل ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ نشریات کے دوران اپنی طرف سے بھی چند مناظر داخل کرتا رہتا ہے جو عام طور پر کمرشل ایڈ ہوتے ہیں یعنی تجارتی اشتہارات وغیرہ۔

اس سے بھی استیناس کے درجہ میں یہ واضح ہوتا ہے کہ براہ راست نشر کیا جانے والا پروگرام بھی تصویر سازی کے دائرے سے باہر نہیں بلکہ وہ بھی اسی سلسلے کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ٹی وی اور مانیٹر کی اسکرین ہو یا کلوز سرکٹ کیمرہ یا کوئی بھی ڈیجیٹل کیمرہ ہو، تمام صورتوں میں تصویر سازی کا عمل ہوتا ہے۔ باقی اس کا عدمِ استقرار تصویر سازی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ عدمِ استقرار اسی مصور کی طرف مضاف ہے۔ جس نے تصویر کو متحرک ظاہر کرنے کے لیے اور حقیقت سے قریب تر ظاہر کرنے کے لیے تصویر سازی کے اس نظام کو چلا دیا ہے، جس میں یہ ہدایت موجود ہے کہ ہر لمحے میں اتنی مرتبہ منظر تبدیل ہو کر وہ متحرک نظر آئے۔

اس کی مثال خودکار اسلحہ چلانے والے کا عمل ہے کہ وہ ایک کھٹکے (ٹریگر) کو دبا کر اسلحہ کو رکھ دے، اور پھر اس اسلحہ سے یکے بعد دیگرے مسلسل ترتیب کے ساتھ ہلاکت خیز مواد تباہی مچادے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام تباہی اسی ایک مرتبہ ٹریگر دبانے سے ہوئی ہے اور تباہیوں اور ہلاکتوں کا ذمہ دار وہی ہے جس نے اس ٹریگر کو دبایا ہے، جس کے دبانے سے خودکار نظام کے تحت تسلسل کے ساتھ ہلاکت خیز مواد پھیلا ہے۔

گویا عملی طور پر ٹی وی اور دیگر آلات کے ذریعہ تصویر سازی کرنے والے مصور کا عمل اس مصور کی طرح ہے جو ایک سیکنڈ میں ۳۰/۶۰ مرتبہ تصویر بنائے اور ہر نئی تصویر بنا کر اس کو باقی رکھنے کے عمل سے زیادہ سخت شنیع ہے گویا اس مصور نے ٦٠ مرتبہ اللہ تعالی کی صفت تخلیق میں ہمسری اور مشابہت کی جرأت کی ہے۔ ڈیجیٹل نظام کے تحت بنائی گئی متحرک تصویر اور ہاتھ سے بنائی گئی غیر متحرک تصویر میں فرق صرف آلہ کا باقی رہ جاتا ہے۔

ہاتھ سے بنائی گئی تصویر میں مادی رنگ اور سیاہی استعمال کی جاتی ہے جبکہ اسکرین پر نظر آنے والی تصویر کے بنانے میں برقی لہروں کے ذریعہ روشنی کے رنگوں کی لہریں استعمال کی جاتی ہیں جن کو کروڑہا مسامات والی فاسفورس لگی ہوئی شیٹ پر ڈال کر مطلوبہ منظر دکھایا جاتا ہے، جو ایک حقیقی

منظر کے (بنسبت ہاتھ کے ذریعہ بنائی گئی تصویر کے) زیادہ قریب ہوتا ہے۔ تاہم یہ منظر بھی اصل مصور کا مثل ہوتا ہے عین یا عکس نہیں ہوتا جیسا کہ سابقہ صفحات میں مفصلاً گزر چکا ہے۔

پس فنی اور تکنیکی پہلو سے بھی ٹی وی اور کمپیوٹر کی تصویر تصویرِ محرم ہی ہے...(مسودہ :۳۰ تا ۱۴)

امریکی عدالت کا فیصلہ

آج ایک وفاقی عدالت نے قرار دیا ہے کہ کمپیوٹر سے تیار کردہ بچوں کی فحش گرافک تصاویر اتنی ہی غیر قانونی ہیں جتنی روغنی کاغذ پہ چھپی ہوئی تصویر، غیر ڈویلپ شدہ فلم یا ویڈیو۔

یہ فیصلہ اس وقت سامنے آیا جب اسٹوارٹ ہاکنگز نے خود اپنے ہی اعترافِ جرم کی سزا کے خلاف اپیل دائر کی۔ اس پر الزام تھا کہ اس کے قبضہ میں کمپیوٹر سے تیار کردہ بچوں کی آٹھ فحش تصاویر ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے سولہ ایسی ڈیجیٹل تصاویر ریاستی کمپیوٹر لائنوں پر نشر کی ہیں، کم عمر بچوں کی جنسی تصویریں G.I.F(GRAPHIC INTERCHANG FORMAT) فائل کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔ جیسا کہ اکثر ویب سائٹس پر تصویریں ہوتی ہیں۔

آج 9th سرکٹ یو ایس کورٹ آف اپیل نے ہاکنگز کا یہ دعوی مسترد کر دیا کہ G.I.F فائلز بچوں کی فحش فلم سازی کے وفاقی قانون کے دائرہ اثر میں نہیں آتی۔

1996ء میں قانون کی تشریح کا دائرہ وسیع کر کے اس میں کمپیوٹر ڈسک میں جمع مواد (ڈیٹا) یا وہ الیکٹرانک ذرائع جو اس مواد کو تصاویر میں تبدیل کرنے پر قادر ہوں، ان کو قانون کی تشریح میں شامل کر دیا گیا۔

عدالتی فیصلہ میں کہا گیا: ''یہ پتہ لگانا کہ کانگریس کا ارادہ تھا کہ کمپیوٹر کے ذریعہ بچوں کی فحش تصاویر کی ترسیل کو غیر قانونی قرار دیا جائے، اس ابہام کے ہوتے ہوئے بھی یہ نتیجہ نکالنا کہ کانگریس نہیں چاہتی کہ G.I.F فائلز کو بصری تصاویر کی تشریح میں شامل کیا جائے، یہ سب کچھ محض ایک لغویت پر منتج ہے''۔ جج صاحبان نے مزید فرمایا: ''G.I.F فائلز محض ان بصری تصاویر کو جمع

کرنے اور ان کی ترسیل کا ذریعہ ہی ہیں‘‘۔

ماہِ اگست کے دوران سان فرانسسکو میں ایک وفاقی جج نے بچوں کی جنسی فحاشی کے حوالہ سے ایک ایسے الگ قانون کی حمایت کی جو کمپیوٹر شبیہات سے متعلق ہو۔

یو ایس ڈسٹرکٹ جج سیمیول کونٹی نے CHILD PORNOGRAPHY PREVENTION ACT کو جائز قرار دیا، جس کی رو سے کمپیوٹر کے ذریعہ ایسی تصاویر بنانا سنگین جرم قرار پایا۔

کونٹی نے اپنی رولنگ میں کہا کہ کانگریس کو یہ آئینی اختیار حاصل ہے کہ وہ بچوں کی ایسی ’’جعلی‘‘ فحش نگاری پر پابندی عائد کرے۔ درخواست گزاران نے یعنی THE FREE SPEECH COALITION نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی۔

عدالتی فیصلہ کی نقل کیس ٹائٹل

آراء

مولوئے۔ڈسٹرکٹ جج

حقائقِ مقدمہ ﴿۱﴾

مارک ہاکنگز پر الزام تھا کہ اس کے پاس آٹھ عدد ایسی کمپیوٹر فائلز تھیں کہ جن میں بچوں کی فحش بصری تصویریں تھیں، جو کہ امریکی آئین کی دفعہ 18 U.S.C. Section 2252(a)(4)(B) کی خلاف ورزی ہے۔ ایک اور الزام بچوں کی فحش فلمیں بین الریاستی منڈی میں پھیلانے کا تھا جو کہ امریکی آئین کی دفعات 18 U.S.C. Section 2252(a)(1) کے خلاف ہے۔ ابتدائی بینچ ٹرائل میں اسے دونوں الزامات میں مجرم پایا گیا۔ اپیل میں اس نے دعویٰ کیا کہ وہ کمپیوٹر G.I.F. files فائلز جن سے یہ تصاویر اتاری جاسکتی

ہیں، وہ بصری تصویریں نہیں۔ جیسا کہ الزام سے متعلق قانون (statute) کی تشریح میں ہے۔ اس کے علاوہ اس کی دلیل تھی کہ الزام سے متعلق قانون میں وضع کردہ طریقہ کار کے متعلق معقول وارننگ نہیں دی ہے۔ ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔

کسی قانون (statute) کی تشریح یا تشکیل کے لیے ملاحظہ ہو فلاں فلاں کیسز۔

بحث-(II)

﴿الف﴾

سب سیکشنز (B)(4) & (1)(a)2252 کے تحت ''بین الریاستی'' منڈی میں، ان بصری تصویریں کی ترسیل، کسی بھی ذریعہ سے، جن میں کمپیوٹر یا پوسٹ شامل ہیں، جس میں نابالغ بچوں کو واضح طور پر جنسی فعل میں مبتلا دکھایا گیا ہو، جرم قرار دیا گیا ہے۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2252(a)(1) (emphasis added) (اس پر زور دیا گیا ہے) اس کی رو سے تین یا اس زیادہ ''مواد'' جس میں ایسی بصری تصویریں ہوں، کا جان بوجھ کر قبضہ میں ہونا بھی غیر قانونی ہے۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2252(a)(4)(B)

جس وقت یہ وقوعہ ہوا تو اس پر لاگو قانون میں تھا کہ: ''بصری تصویروں میں غیر ڈیویلپ شدہ فلم اور ویڈیو ٹیپ شامل ہیں''۔

حوالہ 18 U.S.C Section 2256(5) (Law. Co-op. 1991)

مذکورہ بالا سیکشن کے مطابق ڈسک میں جمع شدہ چیزوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا تھا۔ 1996ء میں قانون کی تشریح کو وسعت دے کر اس میں کمپیوٹر ڈسک میں جمع وہ ڈیٹا (مواد) یا وہ الیکٹرانک ذرائع جو اِن کو بصری تصویروں میں بدلنے پر قادر ہوں، کو شامل کر دیا گیا ہے۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2256(5) (Law. Co-op. 1991 & supp. 1997)

''کسی قانون کی تشریح کے وقت ہم سب سے پہلے قانون کی سادی سیدھی زبان کو دیکھتے ہیں، جس سے اس قانون کی تمام دفعات (Provision) تشکیل دی گئی ہوں، جس میں اس کا مقصد

اور پالیسی بھی شامل ہوں، تا کہ اس سے کانگریس کی نیت (ارادے) کا علم ہوسکے" (حوالہ Northwest Forest Rwsource Council v.Glickman, 82 (F.3d 825,830 (9th Cir. 1996)
اگر قانون واضح نہیں ہے تو پھر ہم قانون سازی کی تاریخ کو دیکھتے ہیں (حوالہ Id. at (830-31.

(۱) ہانگنز کی دلیل یہ ہے کہ اس کا عمل (Condent) اس قانون کے دائرۂ اثر میں نہیں آتا، کیونکہ "بصری تصویروں" کی وہ تعریف جو سیکشن (5)2256 کے سابقہ الفاظ میں شامل ہے اس میں (اگرچہ) غیر ڈیویلپ شدہ فلم اور ویڈیو ٹیپ شامل ہیں، مگر اس میں کمپیوٹر ڈیٹا کا ذکر نہیں۔ تاہم سیکشن 2252 کے دونوں حصے، جس کے تحت ہانگنز پر الزام عائد کیا گیا ہے، کمپیوٹر کے ذریعہ ایسی بصری تصویروں کی ترسیل پر قدغن ہیں، جن میں نابالغ بچوں کو واضح طور پر جنسی فعل میں مبتلا دکھایا گیا ہو۔ یہ سب (ملزم کی باتوں کا ماحصل) اس حماقت کا نتیجہ ہے کہ یہ معلوم کیا جانا چاہیے کہ آیا کانگریس کمپیوٹر کے ذریعہ بچوں کے جنسی افعال کی ترسیل کو غیر قانونی قرار دینے کی نیت رکھتا تھا یا نہیں؟ اس ابہام کے باوجود یہ نتیجہ نکالنا کہ کانگریس کا ارادہ G.I.F فائلز کو بصری تصاویر کی تعریف میں شامل کرنا نہیں تھا (حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟)

(۲) بصری تصاویر کی سابقہ تعریف غیر ڈیویلپ شدہ فلم اور ویڈیو ٹیپ تک محدود نہیں۔ اس میں وہ آئیٹم ضرور داخل ہیں، لیکن ان کو اس طرح ڈرافٹ نہیں کیا گیا ہے کہ جس میں ان تمام آئیٹمز کی مکمل فہرست آجائے جو بصری فلم کی تشکیل کے لیے ضروری ہیں۔ (حوالہ 18 U.S.C. Section 2256(5)(1991)) اس رائے کی تائید United States v. Smith, 795 F.2d 841 (9th Cir. 1986) سے ملتی ہے۔

اسمتھ (Smith) نے کہا تھا کہ بچوں کی فحاشی سے متعلق قانون کی 1986ء سے پہلے والی تعریف میں بصری تصویر کی تعریف شامل نہیں۔ اسمتھ نے تین کمسن لڑکیوں کی مختلف اسٹیجز کے فوٹو گراف لیے اور فلم کو ڈویلپنگ کے لیے بھیج دیا۔ فلم کی دھلائی کے بعد فوٹو کمپنی نے یو ایس پوسٹل

انسپکٹرز کو اس کی اطلاع دے دی۔ اسمتھ پر بچوں میں فحاشی سے متعلق قوانین کے تحت مقدمہ قائم کر کے اسے تمام الزامات کے لیے سزا دی گئی۔ (حوالہ Id. at 844-45)

اپیل دائر کرنے پر اس عدالت نے اسمتھ کی اس دلیل کو رد کر دیا کہ ''غیر پراسس شدہ اور غیر ڈیویلپ شدہ فلم'' متعلقہ قانون کی رو سے بصری تصویر کی تعریف میں نہیں آتیں۔ (حوالہ Id. at 846) اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ ''کسی بھی بصری نقل (Image) کی رنگین فلم کو انسانی آنکھ کی مدد سے دیکھنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے اسے ایک تفصیلی پراسس سے گزارا جائے'' عدالت نے حتمی رائے دی۔

متعلقہ قانون کے دائرہ سے غیر پراسس شدہ فلم کو نکالنے کا عمل بچوں کی اُن جنسی فحاشی کے قوانین کی راہ میں حائل ہوگا جو بچوں کے جنسی افعال کی تشہیر کے انسداد کو روکنے کے ایک ضروری اقدام کے طور پر اٹھایا جاتا ہو۔ اسمتھ نے جس تشریح پر زور دیا ہے، وہ بچوں کی جنسی فحاشی کی بین الریاستی تجارت کو بلا روک ٹوک جاری رکھے گی، تا آنکہ فحش نگاری کی تعریف میں غیر ڈیویلپ شدہ فلم کو شامل نہیں کیا جاتا۔

اس طرح کا سقم کانگریسی ارادے سے متصادم ہے۔ فلم کی غیر ڈیویلپ شدہ حالت متاثرہ بچوں پر فلم سازی یا فلم سازی کی ترغیب یا اس کی غیر قانونی ترسیل کا باعث ہونے والے نقصان کو ختم نہیں کرتی۔ اس لیے ہمارا فیصلہ ہے کہ غیر ڈیویلپ شدہ فلم ''بصری تصویر'' ہے۔ (حوالہ Id. at 846-47)

(۳) یہی معقولیت پسندی G.I.F فائلز پر لاگو ہوگی بحوالہ متن قانون ماقبل 1996ء جس کی رو سے ہائلنگز پر الزام عائد کیا گیا تھا۔ اس معاملہ میں G.I.F فائلز بچوں کی جنسی فحاشی کے مواد کو جمع کرنے اور ان کی ترسیل کا ذریعہ تھیں۔ گو کہ G.I.F فائلز کو تبدیل کرنے کے لیے ایک سافٹ ویئر پروگرام کی ضرورت ہے، تاہم G.I.F فائلز کی مشمولات کمپیوٹر اسکرین پر دیکھی جا سکتی ہیں یا حسبِ خواہش ان کی تصویری کاپی بنائی جا سکتی ہے۔

(۴) متعلقہ قانون میں 1996ء میں ترمیم ہوئی جس کی رو سے اس میں کمپیوٹر ڈیٹا (مواد)

کو بالخصوص شامل کر دیا گیا جیسا کہ G.I.F فائلز ('' بصری تصویر بشمول وہ مواد جو کمپیوٹر ڈسک میں جمع ہوں یا وہ الیکٹرانک ذرائع، جو کہ تصویر میں متبدل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں'') حوالہ 18 U.S.C.A. Section 2256 (West Supp. 1997) ہاکنگز کہتا ہے کہ یہ ترمیم اس کی اس دلیل کی حمایت میں ہے کہ ماقبل 1996ء قانون G.I.F فائلز کا احاطہ نہیں کرتا۔ تاہم، کانگریس کو چاہیے کہ قانون میں ایسی ترمیم کرے جو محض موجودہ قانون کی وضاحت کرتا ہو، کسی غلط تشریح کی اصلاح کرتا ہو، یا غلط طور پر مقدمات کے فیصلوں کو رد کرتا ہو۔

چنانچہ کسی قانون میں ترمیم لازماً اس بات کی غماز نہیں کہ غیر ترمیم شدہ قانون اس کے برعکس ہے۔ حوالہ(United States v. Hawkins, 30 F.3d 1077, 1082 (9th Cir. 1994

ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ الزام لگائے جانے والے قانون کی رو سے کمپیوٹر G.I.F. files بصری تصویر کی تعریف میں آتی ہیں۔ دہری ہیئت کی شکل (binary form) میں جاری کردہ بصری تصویر کی ابتداء وانتہاء فحاشیانہ ہے اور اس پر ہی کانگریس کو قدغن لگانی ہے۔

(ب)

(۵) ہم ہاکنگز کے اس حملہ کو بھی مسترد کرتے ہیں جو اُس نے قانون پر یہ کہتے ہوئے کیا ہے کہ ابہام کے باعث یہ قانون ناقابلِ نفوذ ہے۔ سپریم کورٹ نے { United States v. Lanier, 137 L.Ed. 2d 432 (1997)} یونائیٹڈ اسٹیٹس بمقابلہ لیمر، مقدمہ میں نظریۂ ابہام کے خدوخال کو نمایاں کیا ہے۔ سپریم کورٹ نے قرار دیا کہ: اولاً : ایکٹ (قانون) مبہم نہیں ہوسکتا جسے عام سمجھ بوجھ والے آدمی اس کے معنی کا گمان تو کریں لیکن اس کے اطلاق پر اختلاف کریں (حوالہ Id. at 442) دوم: لینیٹی قاعدے (the rule of lenity) کا اطلاق سختی سے جرائم سے متعلق ان قوانین تک محدود ہو، تاکہ ایسے مقدمات صحیح طور پر چلائے جائیں جو ان کے دائرۂ اثر میں ہوں۔ (حوالہ .Id) سوم: عدالت کو سلاستِ بیان کی مطلوبہ سطح تک قانون کی تعریف (تشریح) کرنی چاہیے۔ لیکن ہر ایسی تعریف اتنی ''اچھوتی'' بھی نہ ہو کہ جس میں کوئی ایسی چیز ہو جسے کسی قانون یا کسی گذشتہ عدالتی فیصلہ نے معقول طریقہ سے اس دائرہ میں ہوتا، ظاہر کیا ہو۔

ہاکنگز کی دلیل یہ تھی کہ جس قانون کے تحت الزام عائد کیا گیا ہے وہ آئینی طور پر مبہم ہے، کیونکہ ایسی G.I.F. files کی ترسیل اور قبضہ کو، جو درحقیقت واضح طور پر بصری تصویریں نہیں، یہ قانون اس بنیاد پر جرم ٹھہراتی ہے کہ وہ بصری تصویریں ہیں۔ اس قانون کا یہ پہلو عام آدمی کی عام سمجھ اور ادراک سے بالاتر ہے جو اس کے مطالعہ کے وقت اس کے ذہن میں آتے ہیں۔

ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے، بلکہ یہ قانون لینئر اسٹینڈر (کے کیسوں) کو مطمئن کرتا ہے۔

(۲) جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا کہ G.I.F. files فقط بصری تصاویر کو جمع کرنے اور ان کی ترسیل اور محفوظ کرنے کا ذریعہ ہیں۔ یہ قانون ایسے نابالغ بچوں کی بصری تصاویر کو جرم قرار دیتی ہے جنہیں فحش جنسی افعال میں مبتلا دکھایا گیا ہو، خواہ کسی بھی غرض سے، اگرچہ بذریعہ کمپیوٹر ہی کیوں نہ ہوں۔ حوالہ 18 U.S.C. Section 2252(a)(1),(4)(B)

اگر اس کے برعکس یہ مانا جائے کہ چاہے قانون کی مذکورہ تشریح اس بات کا تقاضہ کرتی ہو کہ G.I.F. files کو خواہ مخواہ قانون کے دائرہ میں لایا جائے، تو اس طرح کی توضیح کوئی نئی بات نہیں جیسا کہ زیر بحث مقدمہ میں نظر آیا ہے۔ (دیکھیئے Smith supra; اور مزید دیکھیے United State v. Thomas, 74 F. 3d 701, 707 (6th Cir. (1996 جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ G.I.F. files فحاشی کے قانون میں آتے ہیں، اگرچہ خاص طور پر اسے جرم کی تاریخ میں نہیں لایا گیا۔ کیونکہ وہ خاص طریقہ جس کے تحت یہ تصاویر حرکت کرتی ہیں، ان کی کمپیوٹر اسکرین پر قابل دید ہونے کی صلاحیت پر اثر انداز نہیں ہوتی، جب انہیں کمپیوٹر اسکرین پر چلایا جائے (خواہ بہت دور ہونے والے وقوعہ کی براہ راست ترسیل کے طور پر) یا ان کی اس صلاحیت پر کہ (مثلاً) اس بہت دور ہونے والے وقوعہ کی سخت کاغذ پر پرنٹ نکالی جائے۔

لہٰذا ہاکنگز کے پاس مناسب تنبیہ اور وارننگ موجود تھی کہ G.I.F. files کے ذریعہ ان بصری تصاویر کی ترسیل اس قانون کی خلاف ورزی ہے۔

ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں مقتدر علماء ومفتیان کرام کا فیصلہ

درج ذیل مقتدر علماء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ ڈیجیٹل کیمرے کے ذریعے جو شبیہ اور منظر وجود میں آتا ہے وہ بھی تصویر ہے اور حرام ہے۔ان میں دارالعلوم دیوبند کے علماء ومفتیان کرام بھی شامل ہیں۔ان تمام حضرات علماء کرام ومفتیان عظام کے فتاوی حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ''ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ'' میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہیں......البتہ ان میں سے چند اہم فتاویٰ قارئین کے سہولت کے لیے یہاں نقل کیے گئے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی، مفتی دارالعلوم دیوبند (۲) حضرت مولانا محمود حسن بلندشہری (۳) حضرت مولانا فخر الاسلام (۴) حضرت مولانا وقار علی (۵) حضرت مولانا زین الاسلام قاسمی، دار الافتاء دار العلوم دیوبند (٦) حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۷) حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان، جامعہ اشرفیہ لاہور (۸) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید دین پوری، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (۹) حضرت مولانا محمد یوسف افشانی (۱۰) حضرت مولانا مفتی منظور احمد مینگل، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی (۱۱) حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری (۱۲) حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم دین پوری (۱۳) حضرت مولانا محمد زکریا (۱۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن، دار الافتاء ختم نبوۃ کراچی (۱۵) حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان (۱٦) حضرت مولانا صفی اللہ، دارالافتاء جامعہ احسن العلوم کراچی (۱۷) حضرت مولانا مفتی عبدالغفار، دارالافتاء جامعہ اشرفیہ سکھر (۱۸) حضرت مولانا مفتی گل حسن، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم رحیمیہ کوئٹہ (۱۹) حضرت مولانا مفتی محمد عمر فاروق، جامعہ قاسم العلوم ملتان (۲۰) حضرت مولانا مفتی عمران طارق دارالعلوم کبیر والا (۲۱) حضرت مولانا مفتی محمد روزی خان، دار الافتاء ربانیہ کوئٹہ (۲۲) حضرت مولانا مفتی احتشام الحق آسیابادی، جامعہ رشیدیہ تربت۔

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی صاحب مدظلہم کا فتویٰ

رئیس دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دارالافتاء کا تفصیلی فتویٰ پڑھا، ڈیجیٹل نظام کے ذریعہ کمپیوٹر اسکرین یا ٹی وی اسکرین پر جو مناظر آتے ہیں یہ تصاویر میں داخل ہیں یا نہیں؟ ایک ماہ قبل پاکستان کے بہت سارے علماء کرام اور مفتیانِ کرام کے فتوے ہمارے پاس آئے تھے اور یہ بنگلہ دیش کے مفتی عبد الرحمٰن صاحب نے بھیجے تھے اور اس سلسلہ میں دارالعلوم کا موقف معلوم کیا تھا۔ تو ہم نے جو جواب انہیں لکھا تھا اسی کی ایک فوٹو کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں آپ کے دارالافتاء سے جو فتویٰ صادر ہوا ہے وہ صحیح ہے۔ حیرت ہے کہ ان تصاویر کے عواقب کو جانتے ہوئے کیسے جواز کا فتویٰ مجوزین نے دے دیا ہے؟ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۱/۵/۱۴۳۰ھ

(کتاب: ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل اور مدلل فتویٰ، صفحہ ۷)

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (الہند) کا فتویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم ومکرم گرامی مرتبت حضرت مہتمم صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے فتاوے ارسال کر کے دارالعلوم دیوبند کا موقف معلوم کیا ہے اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ڈیجیٹل سسٹم کے تحت اسکرین پر جو مناظر یعنی تصویر وغیرہ آتی ہے، وہ سب شرعاً تصویر کے حکم میں ہیں۔ یہ سینما کی تصویروں کے مثل ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ سینما سے ریز سامنے سے ڈالی جاتی ہیں اور ٹی وی میں پیچھے سے، جو مفاسد سینما کی تصویروں سے پیدا ہوتے ہیں وہی سارے مفاسد ٹی وی کی تصویروں سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ان تصاویر کا دیکھنا شرعاً ناجائز قرار دیا جائے گا۔ دارالعلوم دیوبند کے اربابِ افتاء کا فتویٰ اور موقف یہی ہے البتہ شرعی ضرورت اور اضطرار کی حالت کے احکام اور ہوں گے۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۸/۴/۱۴۳۰ھ

صحیح محمود حسن غفرلہ بلند شہری

الجواب صحیح فخر الاسلام عفی عنہ

الجواب صحیح وقار علی غفرلہ

زین الاسلام قاسمی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

(کتاب: ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل اور مدلل فتویٰ، صفحہ ۹)

ٹی وی چینل کے ذریعے تبلیغ کرنے کا حکم

تبلیغِ دین کا مقصد دین کو عام کرنا اور بے دینی، منکر اور گمراہی کو ختم کرنا ہے۔ جبکہ تصویری طریقۂ تبلیغ میں مبلغ صاحب تصویر (جو ایک خطرناک قسم کی گمراہی ہے اور احادیث مبارکہ میں اس پر درجنوں وعیدیں آئی ہیں) کو عام کر رہا ہے۔ اور تبلیغِ دین کا ہر وہ طریقہ جس میں منکر کا ارتکاب ناگزیر ہو، یا مقصد تبلیغ کے خلاف ہو، ناجائز اور حرام ہے، اور مسلمان نہ تو ایسے طریقۂ تبلیغ کے مکلّف ہیں اور نہ ہی اس کے اختیار کرنے کے مُجاز ہیں، بلکہ اختیار کرنے کی صورت میں شدید مواخذہ اور پکڑ ہوگی۔

دوسروں کو دیندار بنانے کے لیے نہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناجائز اور حرام کاموں کا حکم دیا ہے اور نہ ہی نفس الامر میں پورے طور پر یہ طریقہ مفید ہوسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک خداترس، امت کے غم خوار، نفوسِ قدسیہ اور اللہ والوں نے منکرات کے راستے سے نہ تو خود تبلیغ کی ہے اور نہ ہی اس کو جائز سمجھا ہے۔

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ ٹی وی پر تقریر کرنے کی درخواست کی گئی تو اس کو رد کرتے ہوئے صاف انکار فرمادیا۔

اس واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں:

”کونسل کی نشستوں میں ایجنڈے سے باہر کی باتیں بھی بعض اوقات چھڑ جاتی ہیں، اسی سلسلے میں دراصل ہوا یہ تھا کہ بعض حضرات نے مولانا (محمد یوسف بنوری) رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمائش کی تھی کہ وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں، مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ریڈیو پر خطاب کرنے کو تو قبول کر لیا تھا، لیکن ٹیلی ویژن پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی تھی کہ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔ اسی دوران غیر رسمی طور پر یہ گفتگو بھی آئی تھی کہ فلموں کو مخربِ اخلاق عناصر سے پاک کرکے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ

ارشاد فرمایا اس کا خلاصہ یہ تھا:

''اس سلسلہ میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں، ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغِ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں، ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں، اور آدابِ تبلیغ کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنا دیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے، اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی۔ فلم اپنے مزاج کے لحاظ سے بذاتِ خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے، لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلّف نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت کو قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدہ و دل اس کے لیے فرش راہ ہیں، لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو، اُسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں، اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لیے استعمال کریں گے کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا، اور رقص و سرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی، اس

طرح ہم تبلیغ کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے“۔

یہ کونسل میں مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری تقریر تھی اور غور سے دیکھا جائے تو یہ تمام دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری وصیت تھی جو لوحِ دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔ (نقوشِ رفتگاں ۱۰۴، ۱۰۵)

پچیس تیس سال پہلے جب ”فجر اسلام“ اور ”محمد رسول اللہ“ وغیرہ نامی فلمیں بنائی جارہی تھیں، اور یہ تأثر دیا جارہا تھا کہ ان فلموں کے ذریعے اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور خدمت ہوگی، اس زمانے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے جامعہ دارالعلوم کے ماہنامے ”البلاغ“ میں ان اسلامی فلموں پر رد کرتے ہوئے کئی ایک تفصیلی مضامین لکھ کر یہ ثابت فرمایا ہے کہ اسلام کے پھیلانے کے طریقے اور ہیں اور کفر وضلالت کے پھیلانے کے طریقے اور۔ فلموں اور تصویروں کے ذریعہ کفر وضلالت کی تبلیغ تو ہوسکتی ہے، اسلام اور معروفات کی تبلیغ نہیں ہوسکتی۔

ان تفصیلی تحریرات کے چند اقتباسات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

اقتباس نمبر ۱ :

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم لکھتے ہیں:

اس فلم کے بارے میں ایک اور پروپیگنڈہ بڑے شد ومد سے یہ کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ میں بڑی مدد ملی ہے۔ اور ہزاروں غیر مسلم اسے دیکھ کر مسلمان ہوگئے ہیں۔ اول تو یہ بات بھی پہلی بات کی طرح بے بنیاد پروپیگنڈا ہے۔ ایک معمولی سمجھ کے انسان کے لیے بھی یہ باور کرنا مشکل ہے کہ ایسی فلم کو دیکھ کر ہزاروں انسان اسلام میں داخل ہوگئے ہوں۔ لیکن اگر بالفرض یہ تماشا دیکھ کر کچھ لوگوں کے دل واقعی اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں تو آخر یہ کیوں فرض کرلیا گیا کہ اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے ہر طریقہ استعمال کرنا جائز ہے خواہ وہ اسلامی اصولوں کے کتنا خلاف ہو اگر ”تبلیغِ اسلام“ کی خاطر اس دلیل کو قبول کرلیا جائے تو کل کو یہی دلیل

بنفسِ نفیس سرکارِ دو عالم ﷺ کی شبیہ دکھانے کے لیے بھی پیش کی جا سکتی ہے۔

''تبلیغِ اسلام'' کا اتنا ''درد'' رکھنے والے ان حضرات کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے اپنی تبلیغ کے لیے بھی کچھ خاص اصول مقرر فرمائے ہیں، جو تبلیغ ان اصولوں کو توڑ کر کی جائے وہ اسلام کے ساتھ دوستی نہیں، دشمنی ہے۔ یہ کوئی عیسائیت یا کمیونزم نہیں ہے جو اپنے نظریات کے پرچار کے لیے ہر جائز و ناجائز طریق کار کو رواں رکھتا ہو، جسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے اپنے اکابر کی حرمت کا بھی پاس نہ ہو اور جو دنیا میں محض ہم نواؤں کی تعداد بڑھانے کے لیے اپنی عورتوں کی عصمت بھی داؤ پر لگانے کے لیے تیار ہو۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی زمانے یا کسی خطے کے لوگ موسیقی کے ذریعے اسلام کی طرف مائل ہو سکتے ہیں تو کیا ''تبلیغِ اسلام'' کی خاطر طبلے سارنگی پر قرآن سنانے کی اجازت دے دی جائے گی؟ اگر کسی علاقے کے لوگوں کا سرکارِ دو عالم ﷺ کی شبیہ دیکھ کر مسلمان ہونا ممکن ہو تو کیا مسلمان (معاذ اللہ) آپ ﷺ کی فرضی تصویر شائع کرنے کو تیار ہو جائیں گے؟ اگر مسلم عورتوں کے رقص و سرود سے متاثر ہو کر کچھ لوگ مسلمان ہونے پر آمادہ ہوں تو کیا ان کے پاس ''تبلیغِ اسلام'' کے لیے رقاصاؤں کے طائفے بھیجے جائیں گے؟

یہ آخر کیا طرزِ فکر ہے کہ دنیا میں جس جس برائی کا چلن عام ہو جاتا ہے اسے نہ صرف جائز اور حلال کرتے جاؤ بلکہ اسلام کی تبلیغ و ترقی کے لیے اس کے استعمال کو بھی ناگزیر قرار دو، آنحضرت ﷺ کی جس سیرتِ طیبہ کو فلما کر اسے تبلیغِ اسلام کا نام دیا جا رہا ہے اس سیرتِ طیبہ کا سبق تو یہ ہے کہ حق کی تبلیغ و اشاعت صرف حق طریقوں سے ہی کی جا سکتی ہے۔ اگر حق کی تبلیغ کے لیے اس میں کسی باطل کی آمیزش اسلام کو گوارا ہوتی تو عہدِ رسالت کے مسلمانوں کو وہ اذیتیں برداشت نہ کرنی پڑتیں جن کے واقعات پر اس فلم کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ عہدِ رسالت کے مسلمانوں کو سب سے بڑی تربیت تو یہ دی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو زمانے کے ہر غلط بہاؤ کے آگے سپر ڈالنے کے بجائے زندگی

کی آخری سانس تک اس سے لڑنے اور اسے صحیح سمت کی طرف موڑنے کی جد وجہد کریں اور اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔ اگر یہ بزرگ ایسا نہ کرتے اور زمانے کی ہر پھیلی ہوئی برائی کے آگے ہتھیار ڈالتے جاتے تو آج دین کی کوئی قدر بھی اپنے اصلی شکل میں محفوظ نہ رہ سکتی۔

(مضمون: عہد رسالت کی فلم بندی، کتاب: اصلاحِ معاشرہ ۱۳۲، ۱۳۳)

اقتباس نمبر ۲ : ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اس لیے اسلام نے جہاں ہمیں تبلیغِ دین کا حکم دیا ہے وہاں اس کے کچھ اصول اور آداب بھی بتائے ہیں، ان اصول و آداب کو توڑ کر اور اسلامی تعلیمات کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ اسلام کی نہیں، کسی اور مذہب کی تبلیغ ہوگی اور اگر بالفرض اس تبلیغ سے کوئی ہم نوا جماعت تیار ہوئی بھی تو وہ اسلام کی مطلوب جماعت ہر گز نہیں ہوسکتی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے بہت سے مذاہب اور نظریات میں اپنی اشاعت و تبلیغ کے لیے وہ سارے صحیح و غلط طریقے اختیار کیئے ہیں جن سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی جاسکے۔ اس غرض کے لیے رقص و سرود کی محفلیں بھی گرم کی گئی ہیں، مال و دولت اور حسن و شباب کا لالچ بھی دیا گیا ہے اور اپنے اسلاف کی عزت و ناموس کو بھی بھینٹ چڑھانے سے دریغ نہیں کیا گیا، لیکن اسلام اپنی دعوت و تبلیغ کے لیے ان طریقوں کو اختیار کرنے سے معذور ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد محض مردم شماری کے رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ ایک اصولی اور عملی دین ہے اس کا مقصد انسانیت کی اصلاح اور قلب و ذہن کی تطہیر ہے، وہ اپنی تبلیغ کے نام پر وہ راستے اختیار نہیں کرسکتا جو انسانیت کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ (مضمون: اس اشتعال انگیز فلم کو رکوایئے، کتاب: اصلاحِ معاشرہ: ۱۳۷، ۱۳۸)

اقتباس نمبر ۳ : ایک اور مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

سب سے پہلے تو یہ غلط فہمی ذہن سے دور کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں تبلیغ و دعوت کا کوئی

اصول مقرر نہیں ہے، اور جب جس شخص کا جی چاہے، تبلیغ اسلام کے لیے کوئی بھی ایسا ذریعہ استعمال کرسکتا ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بعض دوسرے تبلیغی مذاہب میں بے شک یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے ہر اچھے برے طریقے کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں، بلکہ اس پر بے جھجک عمل بھی کرتے ہیں، اپنے نام لیواؤں کی مردم شماری بڑھانے کے لیے لالچ ڈراوے اور دھوکہ فریب سے لے کر کھیل تماشے تک ہر طریقہ ان کے نزدیک جائز ہے۔ اگر اس غرض کے لیے انہیں اپنی عورتوں کو بے عزت کرنا پڑے تو اس سے بھی نہیں چوکتے، اور اگر اپنی مقدس شخصیتوں کے وقار سے کھیلنا پڑھے تو اس سے بھی انہیں کوئی دریغ نہیں۔ عیسائی مشنریوں کا طریق کار یہ ہے کہ بائبل کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے لیے بائبل کے باتصویر نسخے عام ہیں، جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ایسی حیا سوز تصویریں کھلم کھلا شائع ہورہی ہیں جنہیں دیکھ کر ایک شریف انسان کی پیشانی عرق عرق ہوجائے۔ بائبل کے مختلف قصوں پر مشتمل فلمیں تیار کی جاتی ہیں، اور ان میں ''دلچسپی'' پیدا کرنے کے لیے ان میں عشقیہ قصوں کی پوری ڈھٹائی کے ساتھ آمیزش کردی جاتی ہے، تاکہ نوعمر لوگ انہیں ذوق وشوق کے ساتھ دیکھ سکیں...... اس کے علاوہ لوگوں کو راغب کرنے کے لیے رقص وسرود کے ایسے پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں جن کے درمیان کلیسا میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے، غرض تبلیغ ودعوت کے طریقے لوگوں کی خواہشات نفس کے تابع آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلام نے جہاں تبلیغ ودعوت کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں اس کے باوقار آداب بھی بتلائے ہیں، لہٰذا اسلام کے لیے یہ بات ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی خواہشات نفس کی اصلاح کے بجائے اپنی دعوت وتبلیغ کو ان خواہشات کا تابع مہمل بنادے۔ اسلام کا مقصد صرف اپنے نام نہاد پیرؤوں کی مردم شماری میں اضافہ کرنا نہیں، بلکہ ایسے انسان تیار کرنا ہے جو اپنی خواہشات نفس کے بجائے اللہ کے احکام کے تابع ہوں، اسلام کی دعوت کا ایک خاص وقار ہے، اور اس وقار کو ملحوظ

رکھے بغیر دعوت کا جو بھی طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ اسلام کا نہیں، کسی اور دین کا طریقہ ہوگا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کی سنجیدہ اور باوقار تعلیمات کو کھیل تماشا بنا کر پیش کرنے سے اسلام کی تبلیغ ہو رہی ہے تو وہ اسلام کے مزاج و مذاق سے سنگین حد تک ناواقف ہے، اسلام انسانوں کو خواہشات نفس کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کی غلامی میں لانے کے لیے آیا ہے اور اگر وہ ان خواہشات کے آگے سپر ڈال کر خود اپنی تبلیغ کے لیے وہ طور طریقے اختیار کرنا شروع کر دے جو اس کے نزدیک ناجائز یا نامناسب ہیں تو یہ آپ اپنی تردید کے مترادف ہوگا۔

اقتباس نمبر ٤ : آگے تحریر فرماتے ہیں:

پھر کیا کوئی فلم تصویروں سے خالی ہو سکتی ہے؟ کیا کسی ایسی فلم کا تصور کیا جا سکتا ہے جس میں نامحرم عورتیں بے حجاب ہو کر سامنے نہ آئیں؟ کیا کوئی فلم آج تک موسیقی سے پاک تیار کی گئی ہے؟ سوال یہ ہے کہ وہ کبائر جن کو مٹانا اسلام کے اولین مقاصد میں شامل ہے، ان کا ارتکاب کر کے اس مصنوعی ناٹک کو قرآنی مضامین کا نام دینا قرآن کریم کے ساتھ کھلا کھلم مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ وہ آخر کون سی تبلیغ اسلام ہے جو خدائی احکام کی صریح خلاف ورزی کر کے انجام دی جا رہی ہے؟ اور جس کے ذریعے ان گناہوں کی برائی تک کا احساس دلوں سے مٹایا جا رہا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ ان فلموں کے ذریعے ان لوگوں تک قرآنی مضامین پہنچانے مقصود ہیں جو کبھی مسجد میں آ کر کوئی وعظ نہیں سنتے، جنہیں دینی کتابوں کے مطالعے سے دلچسپی نہیں ہے، اور جن کو بذات خود قرآن کریم پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ لیکن اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں جو اصولی گزارشات ہم نے اوپر پیش کی ہیں، ان کے پیشِ نظر اس دلیل میں رتی برابر وزن نہیں ہے۔ جو لوگ قرآنی مضامین کو فلم اور ڈرامے کے سوا کسی اور ذریعے سے سننے کے لیے تیار نہیں ہیں، اسلام اور قرآن ان کو اپنے مضامین سنانے سے بے نیاز ہے، اور جن لوگوں کے حلق سے دین کی کوئی بات اس وقت تک نہ اترے جب تک ایک رنگین فلم کی شکل میں پیش نہ کی جائے، ایسے لوگوں کو قرآن

سے کبھی کوئی ہدایت نصیب بھی نہیں ہو سکتی، قرآن کریم نے اپنی پہلی ہی آیت میں فرمادیا ہے کہ:

ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین.

''اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں''

لہٰذا جن لوگوں میں حق کی کوئی طلب یا تلاش نہ ہو، اور جو کھیل تماشے کے بغیر دین کی کوئی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوں، آپ ان کے سامنے ایسی ہزار فلموں کے ذریعے تمام قرآنی مضامین بیان کردیجیے، انہیں اس سے وہ ہدایت رتی برابر بھی حاصل نہ ہوگی جو قرآن کریم کا اصل مقصد اور اس کو حقیقۃً مطلوب ہے، جن لوگوں کے دل میں از خود حق تک پہنچنے کی کوئی ادنیٰ تڑپ نہیں ہے، اور جو حق تک پہنچنے کے حقیقی راستوں سے اپنے آپ کو نہ صرف مستغنی اور بے نیاز سمجھتے ہیں، بلکہ ان سے نفرت اور اعراض کا معاملہ کرتے ہیں، ان کے لیے خود قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ:

اما من استغنی فأنت له تصدیٰ و ما علیک ألا یزکیٰ.

''رہے وہ لوگ جو (حق سے) مستغنی ہیں، تو آپ ان کے پیچھے پڑتے ہیں؟ حالانکہ اگر وہ (دین حق قبول کرکے) پاک نہ ہوں تو آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں''

ایسے لوگوں کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ دین کو ان کو خواہشات کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرنے سے ان کی اصلاح ہو جائے گی، انتہا درجے کی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

(مضمون: قصص القرآن کی فلم بندی، کتاب: اصلاحِ معاشرہ ۱۵۰ تا ۱۵۳)

حاصل یہ کہ یہ اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے کہ تصویر کے ذریعہ تبلیغ جہالت اور مستقل گمراہی ہے، اس اجماع کے مقابل اگر کسی نے جواز کی رائے دی تو اس کی اس رائے کی وجہ سے نہ تو مسئلہ اختلافی بنے گا اور نہ ہی اس اجماعی مسئلہ کی قوت میں کوئی فرق آئے گا کسی کے لیے اس خلافِ اجماع رائے پر عمل کرنے کی رخصت اور گنجائش نہیں۔

آج کل اختلاف اور خلاف کی اصطلاح سے ناواقفیت کی بنا پر عام لوگ خلاف کو بھی اختلاف

سمجھنے لگتے ہیں۔

نیز تعجب بالائے تعجب یہ ہے کہ وہ علماء جنہوں نے اجماعی مسئلہ کے خلاف رائے قائم کی ہے وہ خود بھی عوام الناس کو یہ باور کرانے کے درپے رہتے ہیں کہ ان سے اپنے خلاف کو اختلاف منوایا جائے اور ان کے ذہنوں سے اجماعی مسئلہ کی قوت، عظمت اور اہمیت ختم ہو جائے۔

ایسے حالات میں بس اللہ تعالیٰ ہی سے یہ التجاء ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت سے ہمارے دلوں میں اجماعی مسئلہ کی اہمیت کو مضبوطی کے ساتھ قائم اور جمائے رکھے اور خلاف کے تأثر سے محفوظ فرما دیں، اگرچہ وہ خلاف کسی بڑی شخصیت کی طرف منسوب کیوں نہ ہو۔

ٹی وی چینل کے ذریعہ تبلیغ کے جواز کی ایک وجہ اور اس کا رد

بعض کہتے ہیں کہ ٹی وی کی اسکرین پر ظاہر ہونے والا منظر تصویر نہیں، بلکہ عکس ہے، اور عکس کا دیکھنا جائز ہے لہٰذا ٹی وی تبلیغی چینل جائز بلکہ کارِ ثواب اور موجبِ اجرِ عظیم ہے۔

جواب: (۱) ہم قواعدِ فقہیہ مسلمہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عکس نہیں بلکہ تصویر ہی ہے۔

(۲) دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے درج ذیل فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنا بر تسلیمِ عکس بھی ٹی وی چینل کے ذریعہ تبلیغ جائز نہیں۔

ٹی وی پر دینی پروگرام سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

موجودہ حالات میں ٹیلی ویژن بے شمار منکرات و محرمات اور فواحشات پر مشتمل ہے جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) گانا بجانا، ساز و سارنگی اور ڈھولک از روئے شرع قطعاً ناجائز ہیں اور ٹی وی کے اکثر پروگرام اسی پر مشتمل ہوتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے تو تصاویر کے بغیر بھی کوئی پروگرام دیکھنا اور سننا جائز نہیں۔

(۲) نامحرم مرد کا عکس کسی نامحرم عورت کو، اور نامحرم عورت کا عکس یا تصویر نامحرم مرد کو دیکھنا جائز نہیں، ٹی وی کے پروگرام نامحرم مرد و عورت ہی پر مشتمل ہوتے ہیں، اور عام دیکھنے والے بھی نامحرم

ہی ہوتے ہیں۔

(۳) پروگرام خواہ کسی نوعیت کا ہو، ٹی وی کے جو عام اثرات سامنے آرہے ہیں وہ یہ ہیں کہ بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی، بے ادبی، فحاشی اور دیگر جرائم میں نہایت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور پورا مسلم معاشرہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے، ظاہر ہے کہ ٹی وی کے حاصل اور انجام کو دیکھا جائے گا اور انجام بالکل خلاف شرع اور انتہائی خطرناک ہے............الخ

(اس فتویٰ پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مفتی عبد الرؤف سکھروی اور حضرت مفتی اصغر علی دامت برکاتہم چاروں حضرات کے دستخط ہیں)

تنبیہ: کیا ایسا انتظام کرنا کہ مرد کا عکس صرف مرد اور عورت کا صرف عورت دیکھے، ممکن ہے؟

ظاہر ہے کہ دورِ حاضر میں اس کی پابندی لگانا کہ مبلغ صاحب کا عکس صرف مرد ہی دیکھیں اور مبلغہ صاحبہ کا عکس صرف خواتین ہی دیکھیں، کسی کے بس میں نہیں۔ جب یہ انتظام عادۃً ممکن ہی نہیں، تو عکس ماننے کی صورت میں بھی ٹی وی چینل کا جواز ثابت نہ ہوگا اور دار العلوم کراچی کے مندرجہ بالا فتویٰ کے مطابق بھی یہ چینل ناجائز، حرام اور گمراہی پھیلانے کا سبب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور دین پھیلانے کے وہ ذرائع اور طریقے جن کے جواز میں کسی قسم کا شبہہ نہیں اور جن کے اختیار کرنے کے ہم مکلّف بھی ہیں، کو اختیار کرنے کی ہمت عطاء فرمائیں، اور مغربیت کے تأثر سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری المدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی چشم کشا تحریر

نئے مجتہدین کے لیے لمحہ فکریہ

ایک حدیث میں ارشاد ہے: اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار.

ترجمہ: یعنی تم میں جو شخص فتوی دینے میں زیادہ جری ہوگا ایسا شخص دوزخ میں جانے میں سب سے زیادہ جرأت کرنے والا اور دلیر ہوگا۔ (سنن دارمی ۱/۵۳)۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب کوئی سوال کرتا تو جواب دینے سے ہر شخص بچنے کی کوشش کرتا تھا، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ میں نے اس مسجد میں انصار میں سے ایسے ایک سو بیس انصار کو پایا ہے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کوئی اس کا دوسرا بھائی بتادے، حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ تعالی سے کسی نے حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ معلوم کیا تو فرمایا کہ ہم سے پہلے حضرات کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کے پاس سوال آتا تھا تو جو حضرات موجود ہوتے تھے وہ بتانے سے بچتے تھے یہاں تک کہ گھوم پھر کر سائل اسی شخص کے پاس واپس آجاتا تھا جس سے سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔

(سنن دارمی ۱/ ۴۹، ۵۰)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انہوں نے جواب دے دیا لیکن چونکہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا تھا اس لیے فرمایا: ان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان، اب صورت حال یہ بن گئی ہے کہ جس سے پوچھا بھی نہ جائے وہ آگے بڑھ بڑھ کر بتانے کو موجود ہے اور جس کسی نے ایسے مدارس میں تھوڑی سی عربی پڑھ لی جن میں تفقیہ وتفقہ کا ذرا بھی اہتمام نہیں وہ دنیاوی حالات سے متاثر ہو کر فتویٰ دینے اور تحلیلِ محرمات کے لیے تیار ہے جن کی ڈاڑھیاں کٹی ہوئی ہیں، ٹخنوں سے نیچے پائجامے ہیں، قرآن شریف کا

ایک صفحہ صحیح یاد نہیں اور بخاری و مسلم کا کوئی ایک باب بھی نہیں پڑھا اور قرآن مجید سے اتنا بھی لگاؤ نہیں کہ ایک پارہ تلاوت کر لیتے ہوں ان کا ذوقِ اجتہاد بہت آگے بڑھ رہا ہے، اجتہاد نے انہیں اباحیت تک پہنچا دیا ہے، اب ان مجتہدین کا کام یہ رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے حرام چیزوں کو حلال کیا کریں، پہلے تو یہ تحلیل کا کام مصر کے لوگ کیا کرتے تھے، انہوں نے تصویر کشی تو پہلے ہی جائز کر رکھی تھی، اب یہ دلیل لا کر کہ اہل عرب حدیث عہد بالشرک تھے اس لیے تصویر و تمثال سے منع کر دیا گیا تھا اب شرک میں مبتلا ہونے کا احتمال نہیں رہا لہٰذا تصویر بھی جائز اور تمثال بھی، اور مزید بات یہ ہے کہ ڈاڑھی مونڈنے کو جائز تو کہتے ہی تھے اب واجب کہنے لگے اور دلیل میں "خالفوا الیھود" کو پیش کرتے ہیں، بینک کا سود وہ لوگ حلال کر چکے ہیں اور وہاں کے ایک مفتی نے تو غضب ہی کر دیا کہ جب قاہرہ کانفرنس ہوئی تو کہہ دیا کہ جو چاہو پاس کر لو میری گردن پر ہے ﴿لیحملوا اوزارھم کاملة یوم القیمة ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الا ساء ما یزرون﴾ اور ایک مجتہد کو جو جوش آیا تو اس نے کہہ دیا کہ سب تجاویز جو یہود و نصاریٰ نے پیش کی ہیں (اور سراسر غیر شرعی ہیں) یہ ہمارا دنیاوی معاملہ ہے جس میں ہم آزاد ہیں اور تأبیرِ نخل کے واقعہ کو دلیل میں پیش کر دیا۔

دلیلوں کی کمی نہیں یارو ایک ڈھونڈو پچاس ملتی ہیں

دور حاضر میں مجتہدین کا یہ کام رہ گیا ہے کہ ملوک اور وزراء اور تاجروں اور دنیا داروں کو جس بات کی ضرورت ہو اسے حلال کر دیا کریں کسی کے حلال قرار دینے سے حرام حلال نہیں ہو جاتا البتہ جن کے سامنے مجتہدین کی بیان بازی اور دلیل بازی آجاتی ہے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں، ایک مجتہد صاحب نے فرما دیا کہ یہ تیس دن کے روزے ملا کی ایجاد ہے، قرآن مجید میں تو "ایاما معدودات" فرمایا ہے اور ایام جمع قلت کے اوزان میں سے ہے لہٰذا تین سے لے کر نو روزے تک ہونے چاہییں (دیکھو کیسی دلیل لائے ہیں) موصوف نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ روزے ہمیشہ

دسمبر میں ہونے چاہییں یہ رمضان کی قید مولویوں نے لگا رکھی ہے اور ایک منکر حدیث نے تو غضب ہی کر دیا اس نے لکھ دیا کہ قرآن کی رو سے فرض نمازیں تین ہیں، یہ پانچ نمازیں مولویوں نے نکالی ہیں (دیکھ لیا آپ نے سلف کو چھوڑ کر اجتہاد کہاں پہنچا رہا ہے؟)۔

روس نے جو چند ریاستوں کو آزاد کیا ہے ان میں کے ایک رئیس کا نام مسلمانی ہے اس کے گھر میں روسی عورت ہے جب کسی نے کہا کہ کسی ملحد عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے تو ایک صاحب علم نے دلیل سُجھا دی اور سمجھا دی کہ حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں۔

ٹی وی کو جائز قرار دینے کی جسارت

جب ٹیلی ویژن چلا تھا تو علماء نے اس کی مخالفت کی تھی، جو محققین اور خدا ترس اہلِ علم ہیں اب تک اس کے استعمال کو حرام ہی قرار دے رہے ہیں لیکن جن لوگوں کو عوام سے دبنے اور عوام کے مطابق فتویٰ دینے کا مرض ہے ان میں سے بعض لوگوں نے کہہ دیا کہ یہ تصویر میں نہیں آتا، آئینہ کی طرح سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آئینہ میں نامحرم عورتوں کو اور ننگی عورتوں کو اور بے حیائی کی فلموں کو اور فواحش و منکرات کے ڈراموں کو دیکھنا جائز ہے؟

یہ تو کہہ دیا کہ یہ تصویر میں نہیں آتا اور عوام کے گھروں میں............ لانے اور لگوانے کا سبب بن گئے اور ان فلموں اور ڈراموں اور ناچ رنگ کے اعمال و افعال پر پابندی لگوانے کے لیے کچھ نہیں کیا، نہ ہر جائز بات بتانے کی ہوتی ہے نہ ہر جائز کام کرنے کا ہوتا ہے، اب جو نئے مفتی آئے ہیں انہوں نے فرما دیا کہ ٹیلی ویژن آج کل ضروریاتِ انسان میں داخل ہو چکا ہے گویا کہ اگر اس میں کوئی پہلو عدم جواز کا تھا بھی تو "الضرورات تبیح المحظورات" کے پیش نظر وہ بھی ''کالمعدوم'' ہو گیا، کیا یہ بھی کوئی شرعی دلیل ہے کہ انسان معصیت کا اس حد تک خوگر بن جائے کہ اسے چھوڑے تو اضطراری کیفیت ہو جائے اور پھر اس معصیت کو حلال کر لے، ٹی وی کو کسی نے آئینہ بنا دیا اور کسی نے ضرورت میں داخل کر دیا اور اس بے شرمی پر کوئی نظر نہیں کہ ماں باپ، بہن

بھائی سب کے ساتھ بیٹھ کر بے حیائی سے بھری ہوئی فلمیں دیکھتے ہیں، فتویٰ دینے کے لیے بڑے ہوش گوش اور مخاطبین کا مزاج دیکھنے اور جاننے کی ضرورت ہے، کھلاڑی جو کھیل کھیلتے ہیں ان میں سے بعض کھیلوں کا یونیفارم ایسا ہے جس میں گھٹنے اور آدھی آدھی رانیں کھلی رہتی ہیں۔ نئے مفتیوں کے سامنے یہ بات آئی تو اسے بھی جائز قرار دے دیا۔

یہ لوگ دلیل بھی نئی نئی لا رہے ہیں تاویلات کا باب کھلا ہی ہوا ہے۔ بخاری اور شامی کا ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ سکتے مگر کٹ حجتی کے لیے تیار ہیں۔ حضرات اکابر نے جو یہ فرمایا تھا کہ مطلق مجتہد ہونے کا سلسلہ ختم ہے اور یہ کہ تلفیق بین المذاہب ناجائز ہے آخر اس کی کچھ وجہ ہی تھی، بات یہ ہے کہ وہ لوگ اسی قسم کے مجتہدین کی شان اباحیت سے امت کو محفوظ فرمانے کے لیے پابندی لگا گئے تھے۔ اب جو مجتہدین نکلے ہیں اول تو ان کا مبلغ علم کیا ہے؟ دوسرے اس اجتہاد کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ کبھی بینک کا سود حلال کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کا نام ''فئی'' رکھ لو۔ (کما افتی بہ بعض المجتھدین فی حیدر آباد) کبھی بیمہ کو حلال کر رہے ہیں۔ یہ منہیات اور محرمات کی تحلیل کرنے والے جو دلائل پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک دلیل ''الدین یسر'' بھی اور بعض لوگ ''وما جعل علیکم فی الدین من حرج'' پیش کرتے ہیں۔

دین میں آسانی کا صحیح مفہوم

حالانکہ دین کے آسان ہونے اور دین میں تنگی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی عمل کے کرنے میں کچھ بھی تکلیف نہ ہو اور ساری چیزیں حلال ہوں اور جو چاہے کر لیا کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ فجر کی نماز فرض ہوتی جس میں اٹھنا دشوار ہے نہ عصر کی نماز فرض ہوتی جو کاروبار کا وقت ہوتا ہے اور نہ حرام و حلال کی تفصیلات ہوتیں بلکہ احکام ہی نازل نہ کیے جاتے، آسان ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کوئی اس پر عمل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے جسے ﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ آج کل ایسے مجتہدین نکل آئے ہیں جو سود، قمار، حرام گوشت کھانے اور صریح

گناہوں کے ارتکاب کو جائز کہہ رہے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ دین آسان ہے اس میں تنگی نہیں ہے یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، عوام کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مجتہدین ان کے ہمدرد نہیں ہیں ان کی آخرت تباہ کرنے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ **اعاذنا الله منهم**

بعض لوگوں نے الاشباہ والنظائر میں ذکر کردہ قواعد ''**الضرر يزال**'' اور ''**لا ضرر ولا ضرار**'' اور ''**الضرورات تبيح المحظورات**'' سے ممنوعات شرعیہ کو جائز قرار دینے کے لیے استدلال کیا ہے، یہ عبارتیں قواعد فقہیہ کے بیان میں کہی گئی ہیں ان کتابوں میں علامہ ابن نجیم مصری کی کتاب '' **الاشباه والنظائر** '' زیادہ معروف ہے۔

اول تو اس کے بارے میں علامہ شامی کی تصریح سامنے رکھنی چاہیے، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامہ موصوف سے مقدمہ شرح وقایہ میں ان کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے جن کو سامنے رکھ کر فتویٰ دینا جائز نہیں:

وينبغي الحاق الا شباه والنظائر بها فان فيها من الا يجاز في التعبير مالا يفهم معناه الا بعد الاطلاع على ماخذه بل فيها في مواضع كثيرة الايجاز المخل يظهر ذٰلک لمن مارس مطالعتها مع الحواشي فلا يأمن المفتي من الوقوع في الغلط اذا اقتصر عليها فلا بدله من مراجعة ما كتب عليهما من الحواشي أو غير ما انتهىٰ.

پھر اگر کتاب مذکورہ سے یا کسی بھی قواعد فقہیہ کی کتاب سے استدلال کرنا تھا تو اپنے مطلب کی بات لے کر پنساری بن جانا کہاں درست تھا؟ پوری کتاب کا پڑھنا ضروری تھا لیجیے ''**الاشباه والنظائر**'' ہی کی عبارت پڑھ لیجیے: مؤلف فرماتے ہیں:

المشقة والحرج انما يعتبران في موضع لا نص فيه واما مع النص بخلافه فلا.

دیکھیے! اس میں یہ بتا دیا ہے کہ نص ہوتے ہوئے مشقت اور حرج کا اعتبار نہیں اب سمجھ لیں جن لوگوں نے ربا اور قمار کی حرمت نصوص صریحہ میں موجود ہوتے ہوئے حرج کا اعتبار کر کے انشورنس کو جائز قرار دیا ہے ان کا استدلال آیات کے خلاف تو ہے ہی فقہی قاعدہ کلیہ کے بھی خلاف ہے۔

اب ”لا ضرر ولا ضرار“ کے بارے میں ابن نجیم کی کتاب کی عبارت سنیے:

وفسره في المغرب بانه لا يضر الرجل اخاه ابتداءً ولا جزاءً.

اور ”الضرر يزال“ کو مقید کرنے کے لیے ایک اور قاعدہ لکھا ہے اور وہ یہ ہے ”الضرر لا یزال بالضرر“۔ ان دونوں قاعدوں سے معلوم ہوگیا کہ ضرر کو زائل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنا جو نقصان ہوگیا ہو اسے جُوا کھیل کر یا سود لے کر پورا کرلیا جائے، غور کرلیں قرآن کریم کی نص صریح کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو مؤمن کے لیے سراپا ضرر ہے اپنے مالی نقصان کا پڑتا پورا کرلینا کیسے درست ہوگا؟

تیسرا قاعدہ یعنی ”الضرورات تبيح المحظورات“ بھی مقید ہے، فقہاء نے اس کی دو چار مثالیں دی ہیں کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہو تو مردار کھالے اور گلے میں لقمہ پھنس گیا ہو تو شراب سے اتار لے بشرطیکہ اور کچھ نہ ملے اور کوئی شخص زبردستی کرتے ہوئے اگر ایسی دھمکی دے جس پر عمل نہ کرنے سے جان جانے کا واقعی خطرہ ہو تو دل میں ایمان ہوتے ہوئے جان بچانے کے لیے کلمہ کفر کہنا جائز ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے پر مجبور کرلے اور یوں کہے کہ میں تجھے قتل کر دوں گا ورنہ تو فلاں شخص کو قتل کردے تو کسی محقون الدم کا قتل کرنا حلال نہیں ہے۔ ”الاشباہ والنظائر“ میں اس کی تصریح ہے، دیکھو! جان بچانے کی مجبوری میں دوسرے کو قتل کرنا حلال قرار نہیں دیا، معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ ایسا عام نہیں ہے جیسا کہ نئے مجتہدین نے سمجھ لیا ہے۔

تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے جن چیزوں سے نفع حاصل کرتے ہیں وہ بھی اسی نے پیدا کیں اور جو لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں ان کو بھی اسی نے پیدا فرمایا، اسے اختیار ہے کہ جن چیزوں کو جس کے لیے حلال قرار دے اور جس کے لیے حرام قرار دے اس نے سابقہ امتوں کے لیے بعض چیزیں حرام قرار دیں اور اس امت کے لیے حلال کر

دیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے پاس سے تحلیل اور تحریم کے قانون بنائے۔ جو شخص اپنے طور پر کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دے، چاہے اپنے لیے چاہے دوسروں پر نافذ کرنے کے لیے یہ خدائی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے کے ہم معنی ہے۔

سورۃ یونس میں فرمایا:

قُل أَرَأَيتُم مَا أَنزَلَ اللّٰهُ لَكُم مِن رِزقٍ فَجَعَلتُم مِنهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُل آللّٰهُ أَذِنَ لَكُم أَم عَلَى اللّٰهِ تَفتَرُونَ.

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رزق نازل فرمایا ہو اس میں سے تم نے حرام اور حلال تجویز کر لیا، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر تہمت باندھتے ہو۔

یہ مضمون دوسری آیات میں بھی ہے جس میں صاف صاف بتایا ہے کہ تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسلام کے دعویداروں میں بعض فرقے ایسے ہیں جو تحلیل وتحریم میں اور احکام کے منسوخ کرنے اور بدلنے میں اور عبادت کے طریقے تجویز کرنے میں اپنے مذہبی پیشوا کو بااختیار سمجھتے ہیں اور اس کو قرآن وحدیث کا پابند نہیں سمجھتے۔

قرآن کی تصریحات اور تعلیمات ان کے نزدیک بے حیثیت ہیں، ایسے فرقوں کے کفر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ تصریحات قرآنیہ کو کوئی وزن نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک امام کو سب کچھ اختیار ہے، جن لوگوں نے ان کا مذہب ایجاد کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں تحلیل وتحریم کے اختیارات رکھنے کے لیے اپنے عوام کو یہ عقیدہ بتایا اور سمجھایا ہے کہ مذہبی پیشوا کو دین میں ردوبدل کرنے کا پورا اختیار ہے۔

جبکہ ہمارے ائمہ مجتہدین قرآن وسنت کے پابند ہیں اور ائمہ اربعہ احکامِ شریعت کو بیان کرنے والے ہیں، قوانین بنانے والے ہرگز نہیں۔

ایک بہائیہ فرقہ ہے، ان کے ہاں بھی دین اسلام سے ہٹ کر فرائض اور محرمات کی تفصیلات

ہیں اور بعض معاصی کی تعزیرات انہوں نے خود سے مقرر کی ہیں جو ان کے بعض رسالوں کو دیکھ کر مطالعہ میں آئیں، منکرینِ حدیث میں ایک شخص چکڑالوی تھا اس نے نماز کی ترتیب اور ترکیب اور طریقہ عبادت اپنے پاس سے تجویز کیا تھا، یہ سب ان لوگوں کی گمراہی ہے جو سراپا کفر ہے۔

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں :

والأیة ناعیة علی کثیر من الفرق الضالة الذین ترکوا کتاب الله تعالیٰ وسنة نبیه علیه الصلوٰة والسلام لکلام علمائهم ورؤسائهم.

ترجمہ: آیت کریمہ ان گمراہ فرقوں کی مذمت کر رہی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اور نبی کریم ﷺ کی سنت کو اپنے علماء اور رؤسا کی بات کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ (روح المعانی ۸۴/۱۰)

سورۃ توبہ میں یہود و نصاریٰ کی گمراہی بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِتَّخَذُوا أَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم أَربَابًا مِن دُونِ اللّٰهِ وَالمَسِيحَ ابنَ مَريَمَ﴾ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے احبار (یعنی علماء یہود) کو اور راہبوں (یعنی نصاریٰ کے درویشوں کو اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو (بھی) رب بنالیا، نصاریٰ کے راہب تارکِ دنیا ہو کر اپنے ان گھروں میں رہتے تھے جو جنگلوں میں بنالیتے تھے اس لیے ''رھبان'' کا ترجمہ درویش کیا گیا۔

حضرت عدی بن حاتم ؓ جو پہلے نصرانی تھے بعد میں مسلمان ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت میری گردن میں سونے کی صلیب تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! اپنی گردن سے اس بت کو نکال کر پھینک دو میں نے اس کو پھینک دیا واپس آیا تو آپ ﷺ ﴿اِتَّخَذُوٓا اَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم اَربَاباً مِن دُونِ اللّٰهِ﴾ پڑھ رہے تھے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کرتے پھر یہ کیوں فرمایا کہ احبار اور رہبان کو رب بنالیا آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ بات نہیں کہ یہ لوگ جو چیز تمہارے لیے حرام کردیں تم اسے حرام کرلیتے ہو اور جو چیز حلال کردیں تم اسے حلال کرلیتے ہو؟ (یعنی یہ جانتے ہوئے کہ احکامِ الٰہی کے خلاف ہے) میں نے کہاں ہاں یہ بات تو ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کی عبادت ہے۔

(معالم التنزیل ۲۸۵/۲)

دین کو بدلنے کے بجائے نظام اور رواج کو بدلنا ضروری ہے

اب دورِ حاضر میں جبکہ آزاد منش لوگ اسلامی احکام پر چلنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور دشمنانِ اسلام سے متاثر ہیں کہتے ہیں کہ حضرات علماءِ کرام جمع ہوکر میٹنگ کریں اور اسلامی احکام کے بارے میں غور وفکر کریں اور فلاں فلاں احکام کو بدل دیں یا ہلکا کردیں اور فلاں فلاں حرام چیزوں کو حلال قرار دے دیں، یہ اُن لوگوں کی جہالت اور حماقت کی بات ہے، اگر علماء ایسے کرنے بیٹھیں گے تو کافر ہوجائیں گے اور اگر کسی حرام چیز کو حلال قرار دے دیں گے تو ان کے حلال قرار دینے سے حلال نہ ہوگی، بعض اباحی (جو لوگ ممنوعات کو مباح قرار دیتے ہیں) قسم کے لوگ جو نام نہاد عالم کہاتے ہیں انہوں نے سود، بیمہ اور تصویروں کو اور بعض دیگر محرمات کا حلال کہہ دیا ہے ان کے کہنے اور لکھنے سے وہ چیزیں حلال نہیں ہوگئیں خوب سمجھ لیا جائے۔

دورِ حاضر میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے نصِ قرآنی کے خلاف جانتے بوجھتے ربا اور قمار کو حلال قرار دے دیا حالانکہ نصوص کے خلاف کوئی فتویٰ کوئی فیصلہ معتبر نہیں خواہ چند آدمی مل کر نص قرآن کے خلاف فیصلہ دے دیں خواہ کوئی فرد ایسا کرے، سوڈیڑھ سو سال سے ہندوستان میں انشورنس کمپنیاں اپنا کام کررہی ہیں ان کے لیے حضرات علمائے کرام ہی سوہان روح بنے ہوئے تھے مسلمانوں میں اکثر لوگ تو ایسے ہیں جو نہ علماء سے پوچھتے ہیں نہ ان کے بتائے ہوئے احکام ومسائل پر عمل کرتے ہیں لیکن علماء کی بات ماننے والے اور ان کے فتاویٰ پر عمل کرنے والے بھی لاکھوں مسلمان ہیں ان حضرات علمائے کرام کے سامنے جب انشورنس (بیمہ) کا طریقہ کار آیا اور اس کی تفصیلات علم میں آئیں تو ان حضرات نے فرمایا کہ اس میں قمار ہے (جوا) اور ربوا (سود) دونوں ہیں لہٰذا جان کا بیمہ اور اموال کا بیمہ دونوں حرام ہیں۔

دیندار مسلمانوں کا اسی پر عمل تھا، انشورنس کمپنی والے ایسے لوگوں کی تحریرات شائع کر کے مسلمانوں کو بیمہ کے جال میں پھنساتے تھے جن کو فتوے سے کوئی تعلق نہیں، لیکن اب چند نام نہاد

علماء نے مل کر اس کو حلال قرار دے دیا ہے ان لوگوں نے نہ آیتِ کریمہ ﴿قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ﴾ کو دیکھا اور نہ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو﴾ کو سامنے رکھا نہ ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ کے خلاف فتویٰ دینے سے ہچکچائے۔ جب علماءِ حق نے ان کا مؤاخذہ کیا تو جوب دیا کہ ہم نے تحلیل حرام کا یہ کام عارضی طور پر کیا ہے اس کی بنیاد اسی پر ہے کہ تحلیل وتحریم کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بات کہتے ہوئے یہ بھی نہ سوچا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد احکام میں نسخ اور تغیر وتبدیل کا کوئی موقع نہیں ہے یہ عارضی تحلیل و تحریم کہاں سے آئی؟ آپ کو کس نے اس کا اختیار دیا؟

رسول اللہ ﷺ نے لعنت بھیجی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے اور اس کی لکھائی کرنے والوں پر اور گواہوں پر اور فرمایا ہے کہ وہ سب برابر ہیں (رواہ مسلم) غور کیا جائے کہ سود کا گواہ بننے والا تک ملعون ہے حالانکہ اسے کچھ بھی نہیں ملا جن لوگوں نے اس کو جانتے اور مانتے ہوئے انشورنس کو حلال قرار دینے کی جرأت کی ہے وہ اپنے بارے میں غور کرلیں کہ مسلمانوں کو اس کی تلقین کرنا کہ انشورنس کرالیا کریں کس درجہ کی جرأت بے جا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور یہ لوگ سود کو اپنے سر حلال قرار دینے کی ذمہ داری لے کر امت کو حرام میں بتلا کر رہے ہیں۔

ہم تو یہی عرض کرتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان جان اور مال کا بیمہ کر کے لعنت میں مبتلا نہ ہو اور اگر کسی نے کرلیا تو صرف اپنی جمع کی ہوئی قسطیں لے کر باقی چھوڑ دے۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے کہ:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُسُ

أموَالِكُم لا تَظلِمُونَ وَلَا تُظلَمُونَ .

ترجمہ : بے شک اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی کفر کرنے والے، گناہ کرنے والے کو۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی سوان کے لیے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ وہ خوف زدہ ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے،اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پس اگر تم نہ کرو تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ سود کا کاربار کرتے تھے جب مسلمان ہو گئے اور سود کی حرمت سامنے آ گئی تو اگرچہ سودی مال بہت زیادہ تھا آیتِ شریفہ کا حکم سن کر انہوں نے اپنا سود چھوڑ دیا۔ آیت کا مضمون سن کر وہ کہنے لگے کہ اس میں تو وہ مضمون ہے کہ جن میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کا اعلان ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنے کی طاقت کہاں ہے؟ کس کے بس کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے،ہم اپنے سود چھوڑتے ہیں۔

آیتِ بالا کی تفصیل کے ذیل میں مفسرین نے مذکورہ بالا بات لکھی ہے، یاد رہے کہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن لوگوں نے زمانہ کفر میں سود لے لیا تھا ان سے فرمایا کہ مسلمان ہو کر باقی سود چھوڑ دو جس کسی مسلمان نے سود پر قرضہ دیا ہو اس کے لیے وہ سود حلال نہیں ہے جو مسلمان ہوتے ہوئے وصول کیا اسے واپس کرے اور جو باقی ہے اسے چھوڑ دے اور اپنا اصل مال وصول کرے کیونکہ سود، سود دینے والے کی خوشی سے بھی حلال نہیں ہے (سود دینے والے اپنی ضرورت سے خوشی ہی سے سود دینا منظور کرتے ہیں اس خوشی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اس کو خوب سمجھ لیا جائے) جن لوگوں نے انشورنس میں مال لگا رکھا ہے یا کسی کو سود پر مال دے رکھا ہے وہ توبہ کریں

ورنہ اپنا انجام سوچ لیں کیونکہ سود لینا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) سے جنگ کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نڈر ہونے کے ہم معنی ہے۔ (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ۴/ ۱۴۷ تا ۱۵۶، ط: ادارۃ المعارف)

﴿ضمیمہ﴾

ہمارا رسالہ تو ڈیجیٹل اور متحرک تصویر کے بارے ہے لیکن چونکہ آج کل فیکٹریوں میں ملازمت، اور اسکول و کالج وغیرہ تعلیمی اداروں میں داخلہ اور امتحانات کے لیے ساکن اور کاغذی تصویر کی شرط کو ضرورت کے درجہ میں قرار دیا جانے لگا ہے۔ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اس بحث کو بھی رسالہ میں درج کیا جا رہا ہے۔ نیز تصویر کی حرمت کو مجتہد فیہ اور اختلافی کا عنوان دے کر اس کو ہلکا اور خفیف ثابت کیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر حضرت مولانا محمد شعیب اللہ خاں صاحب، جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور انڈیا کی تحریر کو کافی پایا، لہٰذا اس تحریر کو بھی بعینہ آخر میں شامل کیا گیا ہے۔

﴿فیکٹریوں و تعلیمی اداروں میں التزامِ تصویر کا حکم﴾

اصل بحث سے قبل دو مقدمات پیشِ نظر رکھیے:

(۱) حرمتِ تصویر کی نوعیت

(۲) ارتکابِ حرام کے جواز کی شرعی حدود و قیود

(۱) حرمت تصویر کی نوعیت: تصویر کھینچنا، کھنچوانا اور اس کو دیکھنا اور اس میں کسی بھی اعتبار سے ملوث ہونا باجماع ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ حرام اور گناہِ کبیرہ ہے اور اس پر احادیث میں نہایت سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جو کہ کتاب کے شروع میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، یہاں پر فقط عباراتِ فقہاء کرام نقل کی جاتی ہیں۔

عباراتِ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

قال العلامة العينى رحمه الله تعالىٰ: و فى التوضيح: قال أصحابنا و غيرهم:

تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم و هو من الكبائر و سواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فحرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله و سواء كان فى ثوب أو بساط أو دينار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط و أما ما ليس فيه صورة حيوان كالشجر و نحوه فليس بحرام و سواء كان فى هذا كله ما له ظل و ما لا ظل له و بمعناه قال جماعة العلماء مالک و الثورى و أبو حنيفة و غيرهم.

(عمدة القارى ۱۵/ ۱۲۴، ۱۲۵ رقم الحديث: ۵۹۵۰، ط: دار الفكر بيروت)

قال العلامة النووى رحمه الله تعالىٰ: قال أصحابنا و غيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم و هو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فى الأحاديث و سواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى و سواء ما كان فى ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو اناء أو حائط أو غيرها ...... و لافرق فى هذا كله بين ماله ظل و ما لاظل له هذا تلخيص مذهبنا فى المسألة و بمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة و التابعين و من بعدهم و هو مذهب الثورى و مالک و أبى حنيفة و غيرهم. (شرح النووى على صحيح مسلم ۲/ ۱۹۹، ط:قديمى)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : قال فى البحر : وفى الخلاصة وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه أو لا انتهى وهذه الكراهة تحريمية .

وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فصنعته حرام بكل حال لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى وسواء كان فى ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ فينبغى أن يكون حراما لا مكروها إن ثبت الإجماع أو قطعية الدليل بتواتره اهـ كلام البحر ملخصا .وظاهر قوله "فينبغى" الاعتراض على الخلاصة فى تسميته مكروها .(الشامية ۱/ ۶۴۷، ط:ايچ ايم سعيد)

حرمتِ تصویر کی احادیث اور مذکورہ بالا عبارات سے چند امور مستفاد ہوئے:

(۱) تصویر سازی حرام اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ اس کی حرمت پر صحابہ کرام ﷺ، تابعین اور ائمہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع بھی ہے۔

(۲) تصاویر کا گھروں میں رکھنا بھی ممنوع ہے کیونکہ جیسا کہ روایات میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے گھر کے پردے پر، تکیے پر تصاویر دیکھیں اور ناراضگی کا اظہار فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ گھر میں بھی تصاویر رکھنا گناہ اور شرعاً ممنوع ہے۔

(۳) صفتِ تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاصہ ہے تو گویا کہ تصویر بنانے والا اس صفتِ خلق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے کو برابر ٹھہرا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ آخرت میں اس کو کہا جائے گا کہ اس میں روح پھونکو اور یقیناً وہ ایسا نہ کر سکے گا جس پر اسے عذاب ہوگا۔

(۲) ارتکابِ حرام کے جواز کی شرعی حدود و قیود:

حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ بوقت ضرورت محظور کے ارتکاب کی بھی اجازت ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا داخلے اور ملازمت کے وقت جانچ پڑتال اور احوال کی تحقیق اس حد تک کرنا جس میں متفق علیہ محظور کا ارتکاب کرنا پڑے، اسی ضرورت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے قبل ''ضرورت'' کی شرعی تعریف کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

قال العلامة الحموی رحمه الله تعالیٰ : فالضرورة بلوغه حداً ان لم يتناول الممنوع هلک اوقارب (الهلاک) وهذا يبيح تناول الحرام ، والحاجة کالجائع الذی لو لم يجد ما يأکله لم يهلک غير انه يکون فی جهد ومشقة وهذا لا يبيح الحرام ويبيح الفطر فی الصوم ، والمنفعة کالذی يشتهی خبز البر ولحم الغنم والطعام الدسم ، والزينة کالمشتهی بحلوی والسکر ، والفضول التوسع باکل الحرام والشبهة. (شرح الحموی علی الاشباه ۱/۲۵۲، ط:ادارة القرآن)

بعض اشیاء جو ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دی جاتی ہیں، اس ضرورت کے پانچ درجات ہیں۔ ذیل میں ان کی تعریف اور حکم بیان کیا جاتا ہے :

(۱) **ضرورت** : کسی ضرورت کا اس حد تک پہنچ جانا کہ اگر ممنوعہ چیز کا استعمال نہ کیا گیا تو ہلاکت کا خطرہ ہے جیسے ایک آدمی بھوک سے اس حد تک پہنچا کہ اگر خنزیر کا گوشت نہیں کھائے گا تو مرجائے گا یا پیاس کی شدت اس حد تک پہنچ گئی کہ شراب نہیں پیے گا تو مرجائے گا، ایسے اضطرار کی صورت میں اس کے لیے بقدرِ سدِ رمق خنزیر کے گوشت کھانے اور شراب پینے کی رخصت ہے، اس کو گناہ نہیں ہوگا (حلال پھر بھی نہیں)۔

(۲) **حاجت** : ضرورت کا اس حد تک پہنچ جانا کہ ہلاکت کا تو خطرہ نہ ہو لیکن تکلیف و مشقت کا خطرہ ہو۔

(۳) **منفعت** : محض فائدہ حاصل کرنا، جیسے لذیذ کھانے کھانا وغیرہ۔

(٤) **زینت** : محض تلذذ حاصل کرنا یعنی لذت اٹھانا جیسے کوئی میٹھی چیز کھانا۔

حکم : ان تینوں صورتوں میں حرام کے ارتکاب کی اجازت نہیں۔

(۵) **فضول** : حرام اور مشتبہ چیزوں کا استعمال کرنا۔ اس کا حکم ظاہر ہے کہ ممنوع ہے۔

قال العلامة الجصاص رحمه الله تعالى تحت قوله تعالىٰ ﴿ الا ما اضطررتم اليه ﴾: ومعنى الضرورة ههنا هو خوف الضرر على نفسه أو بعض أعضائه بتركه الأكل. وقد انطوى تحته معنيان: أحدهما أن يحصل في موضع لا يجد غير الميتة والثاني: أن يكون غيرها موجودا ولكنه أكره على أكلها بوعيد يخاف منه تلف نفسه أو تلف بعض أعضائه. وكلا المعنيين مراد بالآية عندنا لاحتمالهما.

(احكام القرآن للجصاص ١/١٨١، ط: قديمى)

قال العلامة وهبة الزحيلى حفظه الله تعالىٰ: تعريف الضرورة وحكمها: هى الخوف على النفس من الهلاك علما (اى قطعا) او ظنا فلا يشترط ان يصبر حتى يشرف على الموت وحكمها فى المذاهب الاربعة وجوب الاكل من المحرم بمقدار ما يسد رمقه (اى بقية حياته)...... (وقال فى شروطه) ان يتعين على المضطر ارتكاب المحظور الشرعى اى ألا يكون هناك وسيلة أخرى من المباحات لدفع الخطر الا تناول الحرام...... وهذا لا

خلاف فيه. (الفقه الاسلامي وادلته ۴/۳-۲۶۰۲، ط:رشيديه)

وقال العلامة خالد الاتاسي رحمه الله تعالى :المادة ۲۱ :﴿الضرورات تبيح المحظورات﴾ هذه قاعدة اصولية ماخوذة من النص وهو قوله تعالىٰ﴿ الا ما اضطررتم اليه﴾والا ضطرار الحاجة الشديدة والمحظور المنهى عن فعله يعنى ان الممنوع شرعاً يباح عند الضرورة. (شرح المجلة للأتاسي ۱/۵۵، ط:رشيديه)

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ارتکابِ حرام کی رخصت تین شرائط کے ساتھ مخصوص ہے:

(۱) ہلاکت یا تلفِ عضو کا خطرہ ہو۔

(۲) ارتکابِ حرام کے سوا کوئی جائز صورت وتدبیر نہ ہو۔

(۳) حرام کا ارتکاب اس ضرورت کو پورا کرنے کا یقینی مخلص (ذریعہ) ہو۔

الحاصل ارتکابِ حرام کی گنجائش محض ضرورتِ شدیدہ کے موقع پر ہے نہ کہ حاجت، منفعت اور زینت کی بنا پر۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ مذکورہ اداروں میں تصویر کی شرط کس غرض سے لگائی جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہاں مقصد داخلہ لینے والے، امتحان دینے والے اور ملازمت اختیار کرنے والوں کی جعلسازی اور ممکنہ ضرر سے بچنا ہے، اولاً ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ ضرورت میں داخل ہے یا نہیں؟ تو اس سے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ ضرورت کی تعریف میں داخل نہیں، بلکہ جعلسازی اور ضرر پہنچانے کا محض امکان ہے اور شریعت میں امکان کا اعتبار نہیں نیز جس مقصد کے لیے ارتکاب کیا جاتا ہے اس مقصد کی خاطر ارتکابِ حرام کے ہم مکلّف ہیں بھی یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں درج ذیل امور پیش خدمت ہیں:

(۱) کسی کی جعلسازی اور فریب سے بچنے کے لیے کس حد تک تدابیر اختیار کرنے کے ہم مکلّف ہیں؟ آج تک اس پر کوئی ایسی دلیل ہمیں نہ مل سکی جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ دوسرے کے

فریب اور جعلسازی سے بچنے کے لیے حرام اور ناجائز تدابیر کا ارتکاب جائز ہو۔لہٰذا حدودِ شرعیہ میں رہتے ہوئے جائز تدابیر اختیار کرنا اور ناجائز تدابیر سے بچنا لازم اور ضروری ہے۔تاریخ اسلام کا مطالعہ کر کے اگر غور کیا جائے تو آپ ﷺ کے زمانے میں کتنے منافق تھے،کتنے جاسوس اسلام کو ضرر پہنچانے والے مدینہ منورہ میں رہتے تھے،اس کے باوجود کہیں نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے ان کے شر سے بچنے کے لیے کسی صریح حرام اور ناجائز کے ارتکاب کا حکم دیا ہو۔

(۲) اس وقت پوری دنیا میں یہ بات مسلم ہے کہ تصویر اس جعلسازی اور فریب سے بچنے کا متعین مخلص نہیں،تصویر کے باوجود جعلسازی اور فریب کے واقعات اتنے کثیر ہیں جس سے انکار سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہے اور ظاہر ہے کہ جس محظور کے ارتکاب میں ازالۂ ضرر متیقن نہ ہو اس کا ارتکاب جائز نہیں ہوگا، جیسے بغرضِ علاج ان حرام اشیاء کا استعمال جن میں ازالۂ مرض یقینی نہیں ہوتا،ان کا استعمال جائز نہیں۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (ولا يشرب) بوله (أصلا) لا للتداوى و لا لغيره عند أبى حنيفة .

و قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ : (قوله عند أبى حنيفة) و أما عند أبى يوسف فانه و ان وافقه على أنه نجس لحديث "استنزهوا من البول" الا أنه أجاز شربه للتداوى لحديث العرنيين . و عند محمد يجوز مطلقا . و أجاب الامام عن حديث العرنيين بأنه عليه الصلوة و السلام عرف شفاء هم به وحيا و لم يتيقن شفاء غيرهم . لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة ، حتى لو تعين الحرام مدفعا للهلاک يحل كالميتة و الخمر عند الضرورة و تمامه فى البحر.

(الشامية ١/٢١٠، ط:ایچ ایم سعید)

قال العلامة ابن مازة البخارى رحمه الله تعالىٰ : و لو ان مريضا اشار اليه الطبيب بشرب الخمر روى عن جماعة من ائمة بلخ أنه ينظر ان كان يعلم يقينا أنه يصح حل له التناول و قال الفقيه عبد الملک حاكيا عن استاذه أنه لا يحل له

التناول. (المحیط البرهانی ٦/١١٧)

(۳) اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے کہ تصویر یقینی مخلص ہے تو بھی اس کا ارتکاب اس صورت میں جائز ہوگا جب کہ کوئی مباح اور جائز مخلص نہ ہو اور زیرِ بحث صورت میں کئی جائز مخلص موجود ہیں جیسے بوقتِ داخلہ وملازمت شہادتِ شرعیہ کے ذریعہ شناخت کی جائے یا انگلیوں کے نشانات سے تعیین کرائی جائے، جو تصویر سے کئی گنا زیادہ موثق اور پائیدار ذریعہ ہے، جس میں تصویر کی بنسبت دھوکہ دہی کا شکار ہونے کے امکانات کم سے کم ہیں۔

اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ تو پوری دنیا میں گھومنے کے لیے پاسپورٹ کی تصویر اور پورے ملک میں گھومنے کے لیے شناختی کارڈ کی تصویر کو بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے، جب کہ آج کل چھوٹے ادارے یا چھوٹی سی فیکٹری میں بھی تصویر کو لازم سمجھا جاتا ہے۔ **فوا عجباه**

چنانچہ حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پاسپورٹ کی ضرورت کے لیے فوٹو کھنچوانا: بعض ممالکِ بعیدہ کے سفر کے لیے عام حکومتوں کی طرف سے مسافر کو مجبور کیا جاتا ہے کہ پاسپورٹ حاصل کرے اور اپنا فوٹو کھنچوائے، اگر یہ سفر کسی ضرورتِ شرعی کے لیے یا معاش کی شدید ضرورت کے لیے ہو تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھنچوانا جائز ہے۔

لما فی شرح السیر الکبیر: و ان تحققت الحاجة الی استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلا بأس باستعماله لأن موضع الضرورة مستثناة من الحرمة کما فی تناول المیتة.

اگر غور سے دیکھا جائے تو جن چیزوں کو شریعت نے حرام کیا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس کے لیے انسان اپنی معاشی زندگی میں حقیقی طور پر مجبور و مضطر ہو، محض سہولت دیکھ کر فوٹو کی تجویز حکومتوں نے کرلی ہے، ورنہ جب دنیا میں فوٹو ایجاد نہ ہوا تھا اس وقت کیا دنیا کے کاروبار نہ چلتے تھے؟ رہا دھوکہ، فریب تو غور کرنے سے

ثابت ہوگا کہ وہ اس فوٹو کے زمانے میں جتنا زیادہ ہوگیا ہے سادگی کے زمانے میں اس کا کوئی بڑا حصہ نہیں تھا، خصوصاً عورتوں کے فوٹو دینے کو مسلمانوں نے اپنی دینی غیرت کا مسئلہ سمجھا اور انگریز کی لادینی حکومت نے بھی عام مسلمانوں کے احتجاج پر عورتوں کے پاسپورٹ فوٹو سے مستثنیٰ کردیے۔ مگر جب سے زمامِ کار خود مغرب زدہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی ہے، وہ ہر چیز، ہر کام میں فوٹو کی پابندیاں بڑھاتی جارہی ہے، حال میں معلوم ہوا ہے کہ موجودہ حکومت نے ہر شہری پر ایک شناختی کارڈ رکھنے کی پابندی لگا دی ہے، جس میں اس کو اپنا فوٹو بھی رکھنا ہوگا، اس سے نہ عورتیں مستثنیٰ ہیں، نہ کوئی عالم یا پیر فقیر، وجہ یہ ہے کہ خود اہلِ دین میں دینی اقدار کی اہمیت نہ رہی تو رائے عامہ کی مخالفت کا خطرہ نہ رہا، اور آج کل اربابِ اقتدار کا ''خدا'' رائے عامہ ہی ہے، اسی کی طرف جھکتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ تصویر کھینچنا، کھنچوانا، مطلقاً حرام ہے، بغیر اضطرار و مجبوری کے جائز نہیں، جہاں اضطرار ہو اس کے ازالہ کی کوشش بھی ضروری ہے، کوشش ناکام ہوجائے تب اضطرار سمجھا جائے گا۔......................اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ باوجود تصویر کے اس قدر عموم و شیوع کے کہ آج کل وہ معیشت کا رکن بن گئی ہے، لیکن دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے بھی کوئی انسانی ضرورت جو واقع میں ضرورت ہو، اس کی وجہ سے بند نہیں ہوتی۔

(جواہر الفقہ ۷/ ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸: ط: مکتبہ دار العلوم)
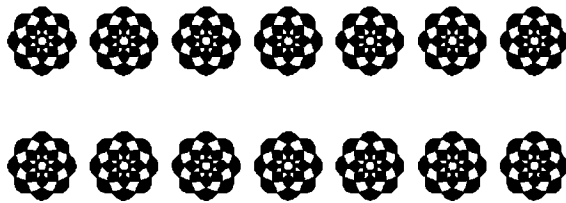
حرمتِ تصویر کی نوعیت

حضرت مولانا محمد شعیب اللہ خان، جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

تصویر کی حرمت پر بہت سے علماء نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے اور ہند و بیرون ہند کے دار الافتاؤں سے بھی اس کے بارے میں حرمت کے فتاوی بار بار جاری ہوتے رہے ہیں۔ اور تقریباً اس کا حرام و ناجائز ہونا عوام و خواص کے نزدیک ایک مسلمہ امر ہے۔ مگر اس کے باوجود اس میں عوام تو عوام، خواص امت کا بھی ابتلاء عام ہے، اور اسی صورت حال کو دیکھ کر بعض ناواقف لوگوں کو اس کے جائز ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے، بالخصوص جب علماء و مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار حضرات کی جانب سے تصاویر کے سلسلہ میں نرم رویہ برتا جاتا ہے اور ان کی تصاویر اخبارات و رسائل و جرائد میں بلا کسی روک ٹوک کے شائع ہوتی ہیں تو ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ حلال ہونے کی وجہ سے لی جارہی ہے یا یہ کہ ان کے تساہل کا نتیجہ ہے؟ پھر جب وہ علماء کی جانب رجوع کرتا ہے اور اس کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں سوال کرتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ تو حرام ہے۔ اس سے اس کی پریشانی اور بڑھ جاتی ہے اور وہ علماء کے بارے میں کسی منفی رائے کے قائم کرنے میں حق بجانب معلوم ہوتا ہے۔ علماء کی تصاویر کے سلسلہ نے جہاں عوام الناس کو بے چینی و پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے، وہیں اس سے ایک حرام کے حلال سمجھنے کا رجحان بھی پیدا ہو رہا ہے، جو اور بھی زیادہ خطرناک و انتہائی تشویش ناک صورت حال ہے کیونکہ حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھنا ایمان کا لازمہ ہے، اگر کوئی حرام کو حلال سمجھنے لگے تو اس سے ایمان بھی متاثر ہوتا ہے۔

کسی عربی شاعر نے اسی صورت پر دلگیر ہو کر یہ مرثیہ لکھا ہے:

کَفٰی حُزْنًا لِلدِّیْنِ أَنَّ حَمَاتَہٗ ۔۔۔ اِذَا خَذَلُوْہُ قُلْ لَنَا کَیْفَ یُنْصَرُ
مَتٰی یَسْلَمُ الْاِسْلَامُ مِمَّا أَصَابَہٗ ۔۔۔ اِذَا کَانَ مَنْ یُرْجٰی یُخَافُ وَ یُحْذَرُ

(دین پر غم کے لیے یہ کافی ہے کہ دین کے محافظ ہی جب اس کو ذلیل کریں تو مجھے بتاؤ دین کی کیسے نصرت ہوگی؟ اسلام کب ان باتوں سے محفوظ رہ سکتا ہے جو اس کو پیش آرہی ہیں جبکہ جن لوگوں سے اسلام کی حفاظت کے لیے امید لگی ہوئی تھی انھیں سے اس کو خوف وخطرہ لاحق ہوگیا ہے)

آج کئی مدارس اور علماء اور دینی وملی تحریکات کے ذمہ داران کی تصاویر آئے دن اخبارات میں بلا تامل شائع ہوتی ہیں، یہاں تک کہ بعض علماء کی جانب سے شائع ہونے والے ماہناموں میں بھی تصاویر کی بھرمار ہوتی ہے اور ان میں عورتوں اور لڑکیوں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ کیا یہ صورتحال انتہائی تعجب خیز اور افسوس ناک نہیں؟ علماء جو رہبران قوم تھے ان کا خود یہ حال ہو تو عوام الناس کہاں جائیں؟ کسی شاعر نے کہا:

بِالْمِلْحِ نُصْلِحُ مَا نَخْشٰی تَغَيُّرَهٗ　　　فَكَيْفَ بِالْمِلْحِ اِنْ حَلَّتْ بِهِ الْغِيَرُ

(ہم نمک کے ذریعہ اس کھانے کی اصلاح کرتے ہیں جس کے خراب ہوجانے کا خدشہ ہو، اگر نمک ہی میں خرابی پیدا ہوجائے تو کیا حال ہوگا)

ہمارے اکابر وعلماء ومشائخ تو حلال امور میں بھی احتیاط برتتے اور لوگوں کے لیے تقوے کا ایک اعلیٰ نمونہ ہوا کرتے تھے، اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ حرام کا ارتکاب بے محابا اور کھلے طور پر کیا جا رہا ہے۔ اگر اس میں اختلاف بھی مان لیا جائے تو رہبران قوم کا کیا فرض بنتا ہے؟ اس پر غور کیجئے۔

حرمت تصویر اور جمہور امت کا مسلک

عکسی تصویر اور ٹی وی اور ویڈیو کے بارے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ علماء ہندوپاک ہی ان کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور عالم اسلام کے دوسرے علماء جیسے علماء عرب ومصر وغیرہ سب کے سب ان کو جائز کہتے ہیں، یہ غلط فہمی خود بندے کو بھی رہی، لیکن ایک مطالعہ کے دوران علماء عرب و مصر کے متعدد فتاوی وتحریرات نظر سے گزریں تو اندازہ ہوا کہ ان حضرات میں سے بھی جمہور علماء کا ''عکسی تصویر'' اور ''ٹی وی'' اور ''ویڈیو'' کے بارے میں وہی نقطۂ نظر ہے جو ہندوستانی و پاکستانی

علماء کا شروع سے رہا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ وہاں کے بعض گنے چنے علماء نے عکسی تصویر کو جائز کہا ہے اور ٹی وی اور ویڈیو کی تصاویر کو بھی عکس مان کر ان کو بھی جائز کہا ہے، لیکن یہ وہاں کے جمہور کا فتوی نہیں ہے، جمہور علماء اسی کے قائل ہیں کہ یہ تصاویر کے حکم میں ہیں اور اس لیے حرام و ناجائز ہیں۔ اور خود وہاں کے علماء نے مجوزین کا خوب رد و انکار بھی کر دیا ہے۔ جیسے شیخ حمود بن عبد اللہ التویجری نے " **تحريم التصوير** " اور " **الاعلان بالنكير على المفتونين بالتصوير** " نامی رسائل اسی سلسلہ میں لکھے ہیں، نیز جامعہ قصیم کے استاذ شیخ عبد اللہ بن محمد الطیار نے " **صناعة الصورة باليد مع بيان احكام التصوير الفوتوغرافي** " کے نام سے رسالہ لکھا ہے، اور مصر کے عالم شیخ ابوذر القلمونی نے " **فتنة تصوير العلماء** " کے نام سے ان کا رد لکھا ہے، نیز علماء نے اپنے اپنے فتاوی میں بھی اس پر کلام کیا ہے۔ اسی طرح ڈش انٹینا جس کا فساد اب حد سے تجاوز کر گیا ہے اور اس نے انسانوں کی تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے، اس کے بارے میں بھی علماء عرب کے فتاوی میں حرمت کا حکم اور اس سے بچنے کی تلقین موجود ہے۔

حرمت تصویر اور علماء ہند و پاک

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کیمرے کی عکسی تصویر کی حرمت میں اگر چہ کہ معاصر علماء کے درمیان میں اختلاف ہوا ہے، اور ایک چھوٹی سی جماعت اس کے جواز کی جانب مائل ہوئی ہے، لیکن اس میں کیا شک ہے کہ تصویر کی حرمت جمہور امت کا متفقہ فتوی و فیصلہ ہے، عرب سے لیکر عجم تک جمہور امت نے اسی کو قبول کیا ہے۔

جہاں تک علماء ہند و پاک کا تعلق ہے، بات بالکل واضح و مسلم ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تو اپنے رسالہ " **التصوير لأحكام التصوير** " میں یہ تصریح کی ہے کہ ان کے زمانے تک کم از کم ہندوستان (جو اس وقت تک غیر منقسم تھا) میں حضرت مولانا سید سلیمان

ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نے جواز پر قلم نہیں اٹھایا اور پھر انہوں نے بھی اس سے رجوع کرلیا۔

(جواہر الفقہ: ۱۷۱/۳)

ہاں یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہنامہ ''معارف'' کی متعدد قسطوں میں ایک مضمون عکسی تصویر کے جائز ہونے پر لکھا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس کے رد میں ''**التصویر لأحکام التصویر**'' لکھی، اس کو دیکھ کر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے جواز کے قول سے رجوع کرلیا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ یہ رجوع واعتراف کا مضمون علامہ سید صاحب کے کمال علم اور کمال تقوی کا بہت بڑا شاہکار ہے، اس پر خود حضرت مرشد تھانوی سیدی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معمولی مسرت کا اظہار نظم میں فرمایا۔

اس سلسلہ میں دوسری بڑی شہادت وگواہی یہ ہے کہ عالم اسلام کی مشہور ومعروف علمی وروحانی شخصیت حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمہ نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان تصویر کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔ چنانچہ آپ کی کتاب لاجواب ''**ما ذا خسر العالم بانحطاط المسلمین**'' کے شروع میں فضیلۃ الشیخ الاستاذ احمد الشرباصی نے حضرت والا کا جو تعارف لکھا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

''آپ ہر قسم کی تصویر کو برا سمجھتے تھے، اور خود پر اس کو پوری سختی سے حرام قرار دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کے ساتھ قاہرہ کے ایک بڑے مطبع میں گیا تو مطبع کے مصور نے آپ کی ایک یادگار تصویر اتارنے کی اجازت چاہی تو آپ نے منع کر دیا اور ذکر کیا کہ: **ان المسلمین في الهند متفقون علی حرمة التصویر**'' (ہندوستان کے مسلمان تصویر کی حرمت پر متفق ہیں)۔ (**ماذا خسر العالم: ۲۱**)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی علیہ الرحمہ بھی خود تصویر کو حرام سمجھتے تھے

اور اس کو کم از کم ہندوستان کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ قرار دیتے تھے۔

اور یہاں یہ بھی عرض کر دینا خالی از فائدہ وعبرت نہیں کہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم جنہوں نے مدت دراز تک اپنا مشہور اخبار ''الہلال'' با تصویر شائع کیا، جب وہ رانچی کی جیل میں تھے، آپ کے متعلقین نے آپ کی سوانح شائع کرنا چاہی تو آپ سے سوانح کے ساتھ شائع کرنے کے لیے ایک تصویر کا مطالبہ کیا، اس پر مولانا ابولکلام آزاد نے جو جواب دیا وہ خود اسی ''تذکرہ'' میں شائع کیا گیا ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ:

''تصویر کا کھنچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے، یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور ''الہلال'' کو با تصویر نکالا تھا، اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں، میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ از سر نو ان کی تشہیر کرنا چاہیے''۔ (بحوالہ جواہر الفقہ :۳/۱۷۱)

الغرض اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کم از کم ہندوستان کے علماء کا تصویر کے عدم جواز پر اتفاق تھا اور رہا حضرت سلیمان ندوی کا جواز کا خیال، تو آپ نے خود اس سے رجوع کر لیا اور سب کے موافق عدم جواز کے قائل ہو گئے۔

تصویر کے بارے میں علماء عرب ومصر کا موقف

اسی طرح دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی جمہور علماء کا فتوی تصویر کے ناجائز ہونے ہی کا ہے، عام طور پر لوگ مصر کے علماء کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، مگر یہاں بھی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بھی مصر کے چند علماء کا فتوی ہے، سب کا اور جمہور کا نہیں، اس کی شہادت مصر ہی کے ایک عالم شیخ ابوذر القلمونی کی یہ عبارت دیتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب " **فتنة تصوير العلماء** " میں لکھی ہے کہ:

" ثم حريّ بطلبة العلم تدارك هذه الفتنة، اذ تحريم التصاوير كان مستقرا بين اخواننا، ثم في العقد الاخير اخذ هذا المنكر يفشو و يذيع ،حتى صار هو

الاصل، وصار المحق عازفا عن الانكار، اجتنابا للذم".(فتنة تصوير العلماء : ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مصر میں بھی جمہور علماء کے مابین یہی بات مسلم وطے شدہ تھی کہ تصویر حرام ہے۔ لہٰذا مطلقاً یہ کہنا کہ مصر کے علماء اس کو جائز کہتے ہیں خلاف واقعہ ہے۔

اور سعودی حکومت کی جانب سے قائم کردہ دارالافتاء اور علمی مسائل کی تحقیق کا ایک بڑا و معتبر عالمی مرکز "**اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء**" نے ایک فتوی میں کہا کہ:

"القول الصحيح الذي دلت عليه الأدلة الشرعية وعليه جماهير العلماء :أن أدلة تحريم تصوير ذوات الأرواح تضم التصوير الفوتوغرافي واليدوي،مجسما أو غير مجسم ،لعموم الادلة.

(صحیح قول جس پر شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں اور جس پر جمہور علماء قائم ہیں یہ ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویر کی حرمت کے دلائل فوٹوگرافی کی تصویر اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر سبھی کو شامل ہے، خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم ہو، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے)(فتاوی اسلامیة:۴/۳۵۵)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جمہور امت خواہ وہ مصر کے لوگ ہوں یا سعودی کے یا کسی اور علاقے کے وہاں جمہور اس کے عدم جواز پر متفق ہیں۔

نیز یہ بھی سنتے چلیے کہ ایک مرتبہ عربی مجلّہ "**عكاظ**" میں سات علماء کا تصویر کے جواز کا فتوی شائع ہوا تو علماء نے اسی وقت اس کا رد کیا۔ سعودی عرب کے ایک مفتی شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری نے "**تحريم التصوير**" کے نام سے اس کا باقاعدہ رد لکھا ہے، اس رسالہ میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"جریدہ عکاظ والوں نے اس شاذ فتوی کا جو رسول اللہ ﷺ کے تصاویر کو مٹانے کے حکم کے مخالف ہے، اس کا جو عنوان رکھا ہے وہ ہے: علماء مصلحت پر متفق ہیں، اور یہ کہ تصویر حرام نہیں ہے۔ اس باطل عنوان کو قائم کرنے میں اہل جریدہ کو بہت بڑی خطا لگی ہے، کیونکہ اس سے عوام یا خواص کالعوام کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مصلحت کی وجہ سے تصویر لینے کے حلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں

ہے۔اور یہ کتاب اللہ وسنت رسول کو مضبوط پکڑنے والے متقدمین ومتاخرین علماء پر ایک بہتان ہے کیونکہ وہ تو تصویر سے منع کرتے اور اس میں سختی کرتے ہیں اور ان سہولت پسند لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں جو فتوی دینے میں بغیر تثبت کے جلد بازی کرتے ہیں کیونکہ شریعت مطہرہ میں مصلحت سے یا بغیر مصلحت کسی بھی وجہ سے تصویر کا حلال ہونا وارد نہیں ہے۔اور اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں جس میں کوئی نص نہ ہو، سات علماء ایک قول پر اجماع کرلیں اور ان کی بات معقول بھی ہو تب بھی ان کا قول اجماع نہیں ہے جس کا ماننا لازم ہو، بلکہ ان کے اور دیگر علماء کے اقوال کو دیکھا جائے گا اور ان کی بات قبول کی جائے گی، جن کا قول کتاب اللہ وسنت سے مؤید ہو۔(تحریم التصویر:۲)

دیکھیے! کس قدر صفائی کے ساتھ اس فتوی کو شاذ اور مخالف احادیث قرار دیا ہے اور جمہور علماء کے نقطۂ نظر سے ٹکرانے والا قرار دیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ حجاز ومصر کے جمہور علماء بھی حرمت تصویر پر متفق ہیں۔

تصویر کے باب میں اختلاف کی حیثیت

ہاں بعض علماء جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے، انہوں نے ضرور عکسی تصویر کے متعلق جواز کا فتوی دیا ہے، مگر اس کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی حیثیت ونوعیت کیا ہے؟

کیونکہ بنظرِ غائر مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ہر اختلاف ایک ہی درجہ کا نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ سے مسئلہ میں تخفیف نہیں ہوجاتی، بلکہ اس میں بھی اختلاف کی نوعیت و حیثیت کا لحاظ رکھنا پڑے گا، ورنہ غور کیجئے کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلہ میں بھی مصریوں کا اختلاف ہے، جمہور امت یہ کہتی ہے کہ حرام ہے جبکہ مصریوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے، حتی کہ جامعۃ الازھر کے بعض مفتیوں نے بھی اس کو صرف سنت کہتے ہوئے منڈانے کو جائز کہا ہے۔

(دیکھو فتاوی الازھر:۲/ ۱۶۶)

کیا اس کا کوئی اثر جمہور امت نے قبول کیا؟ اور کیا اس کی وجہ سے حرمت کے فتوے میں کوئی گنجائش برتی گئی؟ کیا یہاں بھی یہ کہا جاسکے گا کہ ڈاڑھی منڈانے کے مسئلہ میں چونکہ مصریوں کا اختلاف ہے، اس لیے اس میں بھی شدت نہ برتی جائے اور منڈانے والوں کو گنجائش دی جائے، اور اگر امام لوگ بھی منڈائیں تو ان پر بھی کوئی نکیر نہ کی جائے؟

اسی طرح ربا یعنی سود کی حرمت ایک متفقہ امر ہے مگر چند برسوں سے بینکوں کے نظام کے تحت وصول ہونے والے سود کو بعض لوگ جائز کہنے لگے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور نزول قرآن کے وقت جو سود رائج تھا وہ ذاتی وشخصی ضروریات پر لیے جانے والے قرضوں کی بنیاد پر لیا جاتا تھا اور یہ واقعی ایک ظلم ہے، لہٰذا وہ ناجائز ہے، مگر بینکوں کے اس دور میں قرضے ذاتی ضرورت کے بجائے تجارتی ضرورت کے لیے لیے جاتے ہیں اور اس میں حرمت سود کی وہ علت نہیں پائی جاتی جو اُس دور میں تھی، لہٰذا یہ بینکوں والا سود جائز ہے۔ اور لکھنے والوں نے اس پر مضامین بھی لکھے اور کتابیں بھی لکھیں، جیسے ایک صاحب نے ''کمرشیل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت'' لکھی ہے۔ فرمایئے کہ کیا اس اختلاف کو بھی مؤثر مانا جائے گا؟ اور اس کی وجہ سے سود کی حرمت بھی حدود جواز میں داخل سمجھی جائے گی اور اس میں سختی کرنا فعل مکروہ اور غیر دانشمندانہ کام ہوگا؟

ایک اور مسئلہ سنئے کہ چاند کے ثبوت کا مدار شریعت نے رویت پر رکھا ہے، نہ کہ فلکیاتی حسابات پر، جمہور امت نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور اس سے ہٹ کر ایک طائفہ قلیلہ نے چاند کے ثبوت کے لیے فلکیاتی حسابات کو بھی معیار مانا ہے مگر اس کو علماء نے مذہب باطل قرار دیا ہے۔

اسی طرح گانا بجانا مزامیر کے ساتھ حرام ہے، مگر اس میں علامہ ابن حزم ظاہری، علامہ محمد بن طاہر المقدسی اور علامہ ابو الفرج اصفہانی نے اختلاف کیا ہے اور اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور بالخصوص آخری دو حضرات نے تو اس سلسلہ میں مواد فراہم کرنے کی بڑی کوشش کی ہے حتی کہ ابو الفرج نے اپنی کتاب ''الاغانی'' میں شرابیوں کبابیوں، گویوں اور موسیقاروں کے حالات بھی

خوب جمع کردیے ہیں مگر کیا اس اختلاف کو کسی بھی معتبر عالم ومفتی نے درخور اعتناء سمجھا اور گانے بجانے کی حرمت کو خفیف ومعمولی قرار دیا؟

اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں یا تین؟ اس میں جمہور امت کا موقف یہ ہے کہ تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں خواہ مجلس ایک ہو یا الگ الگ، مگر علامہ ابن تیمیہ نے اس میں بعض حضرات صحابہ وائمہ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور امت کے علماء وعوام میں سے اہل حدیث واہل ظواہر نے اسی کو اختیار کیا ہے اور وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں، مگر جمہور امت نے اس کو قبول نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ فتوی اسی پر دیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ دیکھیے اختلاف ہونے کے باوجود اس کا کوئی اثر حرمت کے فتوے پر نہیں پڑا۔ کیا کسی معتبر عالم ومفتی نے اس اختلاف کے پیش نظر ایک مجلس کی تین طلاق میں ایک قرار دینے کی گنجائش دی؟

اس کی ایک اور مثال لیجیے کہ اسلاف میں سے بعض بڑی اہم شخصیات سے متعہ کا جواز نقل کیا گیا ہے جس کو جمہور امت نے قبول نہیں کیا، اور بعد کے ادوار میں تو اس کی حرمت پر اجماع ہی ہو گیا۔ (دیکھو فتح الباری: ۹/۱۷۳)

اسی طرح بعض بڑے بڑے صحابہ وائمہ سے جواز وطی فی الدبر کا قول بھی منقول ہے، اگر چہ کہ بعض کی جانب اس کا انتساب صحیح طور پر ثابت نہیں، لیکن بعض حضرات جیسے ابن عمر سے اس کا بروایت صحیحہ ثابت ہونا ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس نے ان کی بات کو وہم قرار دیا ہے۔ اسی طرح بعض نے امام مالک سے اس کا ثابت ہونا لکھا ہے، اگر چہ کہ ان کے اصحاب اس کا انکار کرتے ہیں۔ (دیکھو تفسیر القرطبی: ۳/۹۳، الدر المنثور: ۲/۶۱۰-۶۱۲، فتح الباری: ۸/۱۹۰، عمدۃ القاری: ۲۶/۴۶۲)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف ایک درجہ کا نہیں، کہ اس کو اہمیت دی جائے اور اس کی وجہ سے مسئلہ میں خفت وہلکا پن خیال کیا جائے۔ لہٰذا جو حضرات اس کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دے کر اس کی

حرمت کو ہلکا سمجھتے یا سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ ایک سعی لاحاصل میں لگے ہوئے ہیں۔

اختلاف سے فائدہ اٹھانے والوں کے لیے قابل غور بات

لہٰذا یہاں ان حضرات کے لیے جو اختلاف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں دو باتیں قابل غور ہیں:

ایک تو یہ کہ تصویر کو جائز کہنے والوں نے کسی مضبوط دلیل کی بنیاد پر جواز کو اختیار نہیں کیا ہے، بلکہ بعض احادیث کے سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو کر جواز کی بات کہی ہے۔ اور وہ غلط فہمی کیا ہے اس کا ذکر اس رسالہ میں علماء کے فتاوی سے معلوم ہو جائے گی۔ لہٰذا کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اختلاف کو دلیل کی بنیاد پر اختلاف کے درجہ میں سمجھنا ایک اصولی غلطی ہے۔ اس اختلاف کی مثال ڈاڑھی منڈانے میں اختلاف سے دی جا سکتی ہے، جس کو محض ایک غلط فہمی کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ان مجوزین کا قول ایک شاذ قول کی حیثیت رکھتا ہے جس کو معمول بہ بنانا اور اس پر عمل درآمد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ جواز کے دلائل کے ضعف و کمزوری کو حضرات علماء نے واضح کر کے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا اور جائز قرار دینے والوں کی غلط فہمی کو دور کر دیا ہے۔

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ جواز تصویر کے قائلین اور حرمت تصویر کے قائلین ان دونوں کے علمی و عملی مقام و حیثیت اور ان کے تفقہ و دیانت کے معیار میں محاکمہ کیا جائے تو حرمت کے قائلین کے لحاظ سے جواز کے قائلین کا کوئی خاص مقام و حیثیت نہیں معلوم ہوتی۔ ایک جانب حرمت تصویر کے قائلین میں اپنے زمانے کے آسمان علم و عمل کے آفتاب و مہتاب فقہاء نظر آئیں گے، جن کے علم و عمل، تقوی و طہارت، تفقہ و بصیرت، ثقاہت و دیانت اہل اسلام کے نزدیک مسلمات میں سے ہے، تو دوسری جانب جواز کے قائلین وہ حضرات ہیں جن میں سے بیشتر کو عام طور پر جانا پہچانا بھی نہیں جاتا اور اگر جانا پہچانا جاتا ہو تو ان کا مقام و درجہ فتوی و فقہ کے بارے میں وہ نہیں جو پہلے طبقے کے لوگوں کو حاصل ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے کیا ان کا فتوی قابل عمل و لائق

توجہ ہونا چاہیے جن کی شان تفقہ وافتاء اور، جن کی ثقاہت وعدالت مسلم ہے یا ان کا جن کو یہ درجہ حاصل ہی نہیں؟ اس پر غور کیا جائے۔

ایک اور بات قابل توجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اگرچہ اختلاف ہوا ہے، مگر فتوی کے لیے علماء نے حرمت ہی کے قول کو ترجیح دی ہے، ہندوستان و پاکستان کے بارے میں تو سبھی جانتے ہیں کہ یہاں کے علماء نے ہمیشہ اس کے عدم جواز ہی کا فتوی دیا ہے، اور اسی طرح عرب دنیا میں بھی یہی صورت حال ہے، سعودی عرب کے ایک عالم شیخ ولید بن راشد السعیدان نے " **حكم التصوير الفوتوغرافي** " میں لکھا ہے کہ عکسی تصویر کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حضرات اکثر ہیں اور اسی قول پر سعودی عرب کے اندر فتوی ہے۔

(حکم التصویر الفوتوغرافی:۱۱)

جب فتوی حرمت پر ہے تو اس سے اعراض کرنا اور اس کے خلاف کو ترجیح دینا چہ معنے دارد؟ یہ بات قابل غور ہے کیونکہ بلا وجہ مفتی بہ قول کو چھوڑ کر شاذ قول پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔

الغرض تصویر کے مسئلہ میں جب ایک جانب جمہور امت ہے اور اس کے اساطین وائمہ ہیں اور وہ سب کے سب تقریباً اس کی حرمت پر متفق ہیں، اور جمہور کے نزدیک مجوزین کی رائے غلط فہمی کا نتیجہ اور بے دلیل ہے، اور پھر جمہور نے ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا اور حق کو دلائل کی روشنی میں واضح کر دیا ہے، تو ان کے قول سے گریز کرنا اور ایک چھوٹی سی جماعت کے قول ہی کو ترجیح دینا کس بنیاد پر ہے؟ کیا جمہور امت کا موقف اس لائق نہیں کہ اس کو ترجیح دی جائے؟ بلکہ جمہور علماء عرب و عجم کی بات کو قبول نہ کر کے ایک شاذ قول کا اس قدر احترام کرنا کہ گویا وہی صحیح ہے اور حرمت کا قول گویا باطل وغلط ہے، کیا یہ طرز عمل کسی صالح معاشرے و نیک ذہن کی پیداوار ہے یا کسی بیمار ذہنیت کا نتیجہ؟ امام حدیث عبد الرحمٰن بن مھدی نے اسی لیے فرمایا کہ: " **لا يكون اماما في العلم من أخذ بالشاذ من العلم** " (جو شخص علماء کے شاذ قول کو لیتا ہے وہ علم کی دنیا میں امام نہیں ہوسکتا۔

(جامع بیان العلم:۲/۴۸)

جمہور علماء کی مسئلہ تصویر میں شدت

پھر یہاں ایک اور بات قابل لحاظ ہے کہ اگر مسئلہ تصویر ایک اختلافی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس میں شدت بلکہ اس پر نکیر کوئی غلط بات ہوتی تو جمہور علماء امت نے اس پر کیوں نکیر کی اور پوری شدت سے کی؟ چنانچہ علماء عرب وعجم نے تصویر کو جائز قرار دینے والوں پر جس قدر شدت برتی ہے، اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی وہ حیثیت نہیں جو مسائل اختلافیہ کو حاصل ہے ورنہ ان حضرات اکابر کا یہ شدت برتنا جائز نہ ہوتا کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ مسائل اختلافیہ میں ایک دوسرے پر اعتراض جائز نہیں اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ جواز کے قول پر سختی سے تردید کی گئی ہے۔ جس کے نمونے اس رسالہ میں موجود اکابرین کے فتاوی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مثلاً علامہ شیخ ابن باز نے بعض فتاوی میں لکھا ہے کہ:

''ہم نے جواب میں جو احادیث اور اہل علم کا کلام نقل کیا ہے اس سے حق کے متلاشی پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگ جو کتابوں، مجلوں، رسالوں اور جریدوں میں جاندار کی تصویر کے سلسلہ میں وسعت برت رہے ہیں یہ واضح غلطی اور کھلا ہوا گناہ ہے۔''

(فتاوی شیخ ابن باز: ۴/۱۷۹-۱۸۹)

مفتی علامہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے لکھا ہے کہ:

''جس نے یہ خیال کیا کہ شمسی تصویر منع کے حکم میں داخل نہیں اور یہ کہ منع ہونا مجسم صورت اور سایہ دار چیزوں کی تصویر کے ساتھ خاص ہے تو اس کا خیال باطل ہے۔''

(فتاوی ورسائل شیخ محمد بن ابراہیم: ۱/۱۳۴)

اللجنۃ الدائمۃ کے ایک فتوی میں لکھا ہے کہ:

''انسان وحیوان وغیرہ جاندار چیزوں کی شمسی وعکسی تصویر لینا اور ان کو باقی رکھنا حرام ہے بلکہ

کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔" (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ: ۱/۴۵۹، رقم الفتوی: ۱۹۷۸)

اور علامہ شیخ عبد الرحمٰن بن فریان "شمسی تصویر کی حرمت" پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ولا تغترّ ايها المسلم بِمَنْ تَنَطَّعَ بمعسول الكلام وقام يحلّل و يحرّم ، بغير دليل و برهان ، بل بمجرد الرأي والهذيان ، من بعض متعلمة هذه الأزمان ، و أجاز الصور الضوئية وجعل المنع خاصا بما له أجسام ، سبحان الله ! من أين هذا التفريق و لم يجي لا في سنة ولا قرآن .

(اے مسلم! تو اس زمانے کے بعض علم کی جانب منسوب لوگوں سے دھوکہ نہ کھانا جو چکنی چپڑی باتیں کرتے اور بلا دلیل و برہان، محض اپنی رائے اور بکواس سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں، اور عکسی تصویر کو جائز قرار دیتے اور منع کو صرف ان تصویروں سے خاص کرتے ہیں جو مجسمہ کی شکل میں ہوں۔ سبحان اللہ! یہ فرق کہاں سے آیا؟ جبکہ نہ تو سنت میں یہ فرق آیا اور نہ قرآن میں آیا؟)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

" فيجب على المسلمين انكار هذا المنكر ولا يجوز لهم السكوت ولا يُغترّ بفشوه و رواجه فان المنكر هو بحاله منكر كما هو في الشرع ولا يُحِلّله كثرتُه و رواجُه ولا محبةُ البعض و ارتكابُه" . (الدر السنية : ۱۵/۲۳۴)

(لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس منکر پر انکار و نکیر کریں اور اس پر ان کی خاموشی جائز نہیں ہے، اور تصویر کے رواج اور عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھایا جائے؛ کیونکہ منکر تو ہر حال میں منکر ہے، اس کا عام ہو جانا اور رواج پا جانا اس کو حلال نہیں کر دیتا اور نہ بعض لوگوں کی اس سے محبت اور اس کا مرتکب ہونا اس کو جائز کرتا ہے)

قابل غور یہ ہے کہ اگر تصویر کے مسئلہ میں اختلاف اس درجہ کا ہوتا جو مختلف فیہ مسائل میں

ہوتا ہے تو کیا اس قدر شدت کا جواز تھا، جوان حضرات نے اختیار کیا ہے، اور تصویر کو حرام بلکہ گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور جواز کے قائلین کو کھلی غلطی و واضح گناہ پر ٹھیرایا ہے؟ اور اہل اسلام کو اس پر انکار ونکیر کرنا ضروری قرار دیا ہے اور خاموشی کو ناجائز کہا ہے اور اس کے عام ہو جانے اور رواج پا جانے کو بے اثر ٹھہرایا ہے؟ نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس اختلاف کو وہ حضرات کوئی قابل لحاظ ہی نہیں مانتے تھے۔

اسی طرح ہند و پاک کے علماء کا بھی رویہ رہا ہے، ایک دو حضرات کے اس سلسلہ میں فتاوی نقل کر دینا اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی نے ایک اسکول کے جلسہ (جس میں تصویر لی جاتی ہے) کے بارے میں سوال پر لکھا ہے کہ:

''یہ معصیت کی مجلس ہے جس میں شرکت قطعاً جائز نہیں بلکہ دوران مجلس اس قسم کی حرکت شروع ہو تب بھی روکنے کی قدرت نہ ہونے والے ہر شخص پر اٹھ جانا واجب ہے''، نیز لکھا کہ ''تصویر سازی شریعت کی رو سے ایک کبیرہ گناہ ہے''۔ نیز فرماتے ہیں کہ: ''انتہائی قلق کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ تصویر کی لعنت عوام سے تجاوز کر کے خواص بلکہ علماء تک پھیل گئی ہے جس کا افسوسناک نتیجہ سامنے آ رہا ہے کہ بہت سے لوگ ان حضرات کے اس طرز عمل کو دیکھ کر اس قطعی حرام کو حلال باور کرنے لگے''۔ (احسن الفتاوی: ۸/ ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۳۴)

پاکستان میں ایک جگہ ایک مسجد میں رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر جلسہ ہوا، اس میں ایک وہیں کے مدرس صاحب نے جلسہ کی تصاویر لیں، لوگوں کے منع کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ ریل امام صاحب نے بھروائی ہے، اور ان ہی کی اجازت سے تصویر لے رہا ہوں، اور ایسا سب جگہ ہوتا ہے، الغرض اس نے ضد میں تصاویر کھینچیں اور خود ان امام صاحب کے مائیک پر آنے پر ان کی بھی تصاویر لیں، اس واقعہ کا ذکر کر کے کسی نے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی سے سوال کیا تو اس کے جواب میں حضرت نے لکھا ہے کہ:

''تصویریں بنانا خصوصاً مسجد کو اس گندگی کے ساتھ ملوث کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔اگر یہ حضرات اس سے علانیہ توبہ کا اعلان کریں اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے اللہ تعالی سے معافی مانگیں تو ٹھیک ہے، ورنہ ان حافظ صاحب کو امامت سے اور تدریس سے الگ کر دیا جائے۔اور ان کے پیچھے نماز ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۶۱)

اسی طرح علماء و بزرگان کی آئے دن اخبارات میں شائع ہونے والی تصاویر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'': تصویر بنانا اور بنوانا گناہ ہے، لیکن اگر قانونی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا۔ باقی بزرگانِ دین نے اول تو تصویریں اپنی خوشی سے بنوائی نہیں، اور اگر کسی نے بنوائی ہوں تو کسی کا عمل حجت نہیں، حجت خدا و رسول ﷺ کا ارشاد ہے'' (آپ کے مسائل: ۷/۶۲)

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:''فلم اور تصویر آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے حرام ہے، اور ان کو بنانے والے ملعون ہیں'' (آپ کے مسائل: ۷/۶۷)

پاکستان کے وزیر خارجہ سردار آصف احمد نے ایک بیان میں کہا تھا کہ اسلام میں رقص وموسیقی اور تصویر سازی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔اس کا رد کرتے ہوئے آپ نے اولاً ان امور کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں پھر لکھا ہے کہ:'' آنحضرت ﷺ کے ارشادات کے بعد سردار آصف احمد کا یہ کہنا کہ اسلام میں ان چیزوں پر کوئی پابندی نہیں، قطعاً غلط وخلاف واقعہ ہے اور ان کے اس فتوی کا منشأ یا تو ناقص مطالعہ ہے یا خاکم بدہن صاحب شریعت ﷺ سے اختلاف ہے۔ پہلی وجہ جہل مرکب اور دوسری وجہ کفر خالص'' (آپ کے مسائل: ۷/۷۶)

علماء کی تصاویر اور ان کا ٹی وی پر آنا عوام کو یا تو بے چین کرتا ہے یا یہ کہ وہ اس سے اس کے جواز پر استدلال کرتے ہیں، ایک صاحب نے آپ سے جب اس سلسلہ میں علماء کے فعل کا حوالہ دیا تو جواب لکھا کہ:

”یہ اصول ذہن میں رکھیے کہ گناہ ہر حال میں گناہ ہے، خواہ ساری دنیا اس میں ملوث ہو جائے۔ دوسرا اصول یہ بھی ملحوظ رکھیے کہ جب کوئی برائی عام ہو جائے تو اگرچہ اس کی نحوست بھی عام ہوگی، مگر آدمی مکلّف اپنے فعل کا ہے۔ پہلے اصول کے مطابق علماء کا ٹی وی پر آنا اس کے جواز کی دلیل نہیں، نہ امام حرم کا تراویح پڑھانا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے، اگر طبیب کسی بیماری میں مبتلا ہو جائیں تو بیماری بیماری ہی رہے گی، اس کو صحت کا نام نہیں دیا جا سکتا“۔

(آپ کے مسائل:۷/۸۱)

ان فتاوی پر غور کیجیے کہ کیا ایک اختلافی مسئلہ پر کسی کو ملعون کہنا، اور اس کام کے ارتکاب پر امامت سے ہٹانے کی تجویز رکھنا بلکہ اس کا فتوی صادر کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ اس مسئلہ کی وہ نوعیت نہیں جو اختلافی مسائل کی ہوتی ہے۔ بلکہ ان حضرات علماء کے نزدیک اس مسئلہ میں اختلاف غلط فہمی کا نتیجہ ہے، نہ یہ کہ اس کی بنیاد دلائل ہیں۔

مجوزین کی ایک لچر دلیل کا جواب

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ موجودہ دور کے مجوّزینِ تصویر میں سے بعض کو سنا گیا کہ وہ دلیل جواز یہ دیتے ہیں کہ آجکل تصویر کا عام رواج ہو چکا ہے، کوئی محفل ومجلس اس سے خالی نہیں، عوام تو عوام علماء بھی لیتے ہیں، تو کب تک اس کو ناجائز کہتے رہیں گے؟ ابھی قریب میں ہمارے مدرسہ کو ایک مفتی صاحب کا ورود ہوا، میں تو سفر پر تھا، لہٰذا ملاقات نہیں ہوئی، دیگر اساتذہ کے درمیان انہوں نے یہ باتیں کہیں، اور تصویر کو ناجائز کہنے والوں پر طنز وتعریض کی۔

مگر اس دلیل کو مان لیا جائے تو پھر تمام حرام کاموں کو جائز ہو جانا چاہیے، کیونکہ آج شراب بھی عام ہے، موسیقی وگانا بجانا بھی عام ہے، موبائیل فون سے گانے بجانے کی ٹیون ہم نے علماء کو بھی رکھتے دیکھا ہے، اور بے پردگی بھی عام ہے، سود وجوا بھی عام ہے، اور رشوت خوری کا بھی خوب چلن ہے، بلکہ غور کرنا چاہیے کہ کونسا گناہ ایسا ہے جو آج کے معاشرے میں رواج نہیں پا رہا ہے،

لہٰذا یہ سب کے سب حرام کام اس لیے جائز ہو جانے چاہیں کہ ان کا رواج عام ہو گیا ہے، لہٰذا کب تک اس کو حرام کہتے رہیں؟ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** ، اگر یہ مفتیانہ منطق چل جائے تو اسلام کا خدا ہی حافظ!

یہاں ان مفتی صاحب کی دلیل کے جواب میں صرف یہ بات کافی ہے کہ ہم حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمۃ کے رسالہ ''گناہ بے لذت'' سے ایک عبارت نقل کیے دیتے ہیں، بغور ملاحظہ کیجئے: حضرت لکھتے ہیں کہ:

''آج کل یہ گناہ اس قدر وباء کی طرح تمام دنیا پر چھا گیا ہے کہ اس سے پرہیز کرنے والے کو زندگی کے ہر شعبے میں مشکلات ہیں، ٹوپی سے لے کر جوتے تک کوئی چیز بازار میں تصویر سے خالی ملنا مشکل ہو گیا ہے، گھریلو استعمال کی چیزیں، برتن، چھتری، دیا سلائی، دواؤں کے ڈبے اور بوتلیں اخبارات ورسائل یہاں تک کہ مذہبی اور اصلاحی کتابیں بھی اس گناہ عظیم سے خالی نہ رہیں فالی اللہ المشتکی! اور غور کیا جائے تو ان میں سے اکثر حصہ تصاویر کا محض بے کار و بے فائدہ، گناہ بے لذت ہے، مسلمان کو چاہیے کہ گناہ کے عام ہو جانے سے اس کو ہلکا نہ سمجھے، بلکہ زیادہ اہمیت کے ساتھ اس سے بچنے اور دوسرے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں۔ (گناہِ بے لذت:۵۲)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب جیسے اپنے زمانے کے مفتیِ بے مثال تو تصویر کے عام ہو جانے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ عام ہو جانے سے دھوکہ نہ کھائیں اور اس کو ہلکا نہ سمجھیں بلکہ اس سے مسلمانوں کو بچانے کی فکر کریں اور یہ جدید الخیال و روشن خیال مفتی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جب یہ عام ہو گئی تو اب حرام کو حرام نہیں بلکہ حلال کہو۔ **فیا للعجب!**

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کیمرے والے موبائل فون عام ہو جانے کی وجہ سے آج کل بکثرت یہ بات مشاہدہ میں آرہی ہے کہ عوام تو عوام رہے، بہت سے خواص اور علماء وطلباء تک کے موبائلوں میں ویڈیو کلپس اور تصاویر پائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر لغویات و واہیات اور فلمی مذاق پر مشتمل ہوتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے موبائلوں میں تو فحش فلمیں اور گانے وغیرہ تک بھرے ہوئے ہوتے ہیں ان سے جب کہا جاتا ہے کہ: بھئی! یہ تو ناجائز ہے تو سب کا جواب ایک ہی ہوتا ہے کہ اب تو دارالعلوم کراچی نے ڈیجیٹل تصویر کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ جواب بہت بڑی غلط فہمی یا غلط بیانی پر مبنی ہے کیونکہ دارالعلوم کراچی کے سب سے بڑے مفتی شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے بندہ سے چار پانچ علماء کی موجودگی میں خود واضح طور پر فرمایا کہ آج تک ہم نے جواز کا فتویٰ نہیں دیا اور جو تحریر لکھی گئی ہے وہ علماء کرام کے غور کے لئے لکھی گئی ہے، وہ دارالعلوم کا فتویٰ نہیں۔ اس پر ہمارے ایک ساتھی نے عرض کیا: لوگ تو یہی سمجھتے ہیں کہ دارالعلوم کا فتویٰ ہے، اگر آپ حضرات نے فتویٰ نہیں دیا تو اس کی تردید فرمائیں، جس کے جواب میں کہا گیا کہ ہم کس کس کو بتائیں، ہم نے آپ کو بتا دیا ہے، آپ اوروں کو بتائیں۔

بہر حال حضرت شیخ الاسلام زید مجدہم کے ارشاد کے مطابق دارالعلوم سے ڈیجیٹل تصویر کے جواز کا کوئی فتویٰ نہیں آیا ہے، لہٰذا دارالعلوم کی طرف جواز کی نسبت یا تو غلط فہمی ہے یا غلط بیانی۔ جو لوگ اپنی شرمناک حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے دارالعلوم کی آڑ لیتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اتنے عظیم علمی مرکز پر بہتان طرازی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس وضاحت کے بعد عوام و خواص میں سے ہر ایک کو اس غلط فہمی کا ازالہ کر لینا چاہئے اور اپنی خرافات و واہیات کو عظیم علمی ادارے جامعہ دارالعلوم کراچی کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔

ناشر جامعہ خلفائے راشدین

مدنی کالونی، گریکس ماری پور، ہاکس بے روڈ، کراچی

فون: 021-38259811 موبائل: 0333-2226051